یا اللہ مدد | عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد | حق چار یار رضی اللہ عنہم

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلہ صفدر

بفیضان
مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم
حضرت مولانا **قاضی مظہر حسین** نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدث عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صفدر
نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید: سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ — خلیفہ امام الموحدین، مجاز: رئیس المفسرین مولانا حضرت حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث
حضرت مولانا **حبیب الرحمٰن سومرو** صاحب مدظلہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام
حضرت مولانا **مفتی محمد انور اوکاڑوی** صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ	مدیر مسئول	مدیر
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی	مولانا احسن خدامی	حمزہ احسانی
0301-7790908	0320 4902150	0307-5687800

فی شمارہ: 25......زرسالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

تصحیح واعتذار

مجلّہ ''صفدر'' کی مجلس مشاورت کے معزز رکن مولانا مفتی رب نواز مدظلہم نے صفدر کے گذشتہ شمارے (مارچ ۲۰۱۶ء) کی ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی۔ قارئین نوٹ فرما کر تصحیح فرمالیں۔

مجلّہ ''صفدر'' مارچ ۲۰۱۶ء کے صفحہ ۳۷ پر مرقوم ہے:

''تحفظ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے سلسلے میں دیوبندی علماء کا کردار بھی ویسی ہی اہمیت کا حامل ہے جیسا بریلوی علماء کا۔''

مذکورہ بالا عبارت سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اِس محاذ پر ''اصل'' کردار بریلوی علماء کا ہے، دیوبندی علماء کی خدمات ''ثانوی'' حیثیت رکھتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت اِس کے برعکس ہے۔

اِس حوالے سے دیوبندی علماء کا کردار ہر محاذ اور ہر طبقہ میں بریلوی علماء سے کہیں زیادہ، نمایاں اور معروف ہے۔ حضرت امیر شریعتؒ کی ''مجلس احرارِ اسلام'' ہو یا ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت''، حضرت چنیوٹیؒ کی ''انٹرنیشنل ختم نبوت'' ہو یا حضرت مفتی حسن مدظلہم کی سرپرستی میں چلنے والی ''شبانِ ختم نبوت''۔ الحمدللہ اِن تمام کا تعلق مسلکِ دیوبند سے ہے۔ مضمون نگار کو اگر تشبیہ دینا ہی تھی تو واقعہ کے مطابق دیتے۔ جو تشبیہ انہوں نے دی وہ حقیقت کے برعکس ہے۔ لہٰذا اِدارہ صفدر اِس غلطی پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہ...غازی ممتازؒ کا جنازہ...مساواتِ مرد و زن

اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہ......!!

پانچ سال قبل جب پوری دنیا کے کفار کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کا منظّم سلسلہ جاری تھا اور دنیا بھر کے مسلمان شدید اذیت و کرب میں مبتلاء تھے، ضلع شیخوپورہ کی ایک عیسائی عورت آسیہ مسیح نے دو مسلمان عورتوں کے ساتھ تلخ کلامی کے دوران آقا علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کر دی، اس عورت کے خلاف مقدمہ چلا تو اُس وقت کے گورنر سلمان تاثیر کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ اپنے عہدے، مقام اور ایمان کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کھل کر اُس عورت کی حمایت پر اتر آیا، جیل جا کر اُس کے ساتھ ملاقات کی، اس کی حمایت میں پریس کانفرنس کی، اور کھلم کھلا یہ اعلان کرنے لگا کہ اگر عدالت کی طرف سے اس عورت کو سزا ہوئی تو وہ خود صدر سے اس کو معافی دلوائے گا، نیز یہ بھی کہا کہ توہین رسالت کا قانون ایک کالا قانون ہے اور اسے تبدیل ہونا چاہئے۔ ملک بھر کے مسلمان جو توہین رسالت کے واقعات سے دلبرداشتہ اور رنجیدہ تھے، گورنر کی ان حرکات سے شدید مشتعل ہوئے یہاں تک کہ اُسی کے حارسین میں شامل ایک محافظ ممتاز قادری نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک روز اس پر سرکاری گن کا برسٹ کھول دیا اور پوری ستائیس گولیاں اس کے وجود میں پیوست کر کے خود گرفتاری دے دی۔ گذشتہ ماہِ فروری کی انتیس تاریخ کو جناب ملک ممتاز قادری کو حکومت وقت نے گورنر کے قتل کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا کر پھانسی دے دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ رتبہٗ بلند ملا، جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اللہ جل شانہ اُس کی قربانی اور شہادت کو قبول فرمائیں اور ارباب حکومت کو ہدایت نصیب کریں جنہوں نے اُسے تو جلد از جلد مقدمہ چلا کر شہید کر ڈالا مگر گستاخ رسول ملعونہ آسیہ مسیح سمیت دیگر بیسیوں افراد جن پر توہین رسالت کا جرم ثابت ہو چکا ہے، ان میں سے کسی ایک کو بھی آج تک اپنے ہی قانون میں لکھی ہوئی سزائے موت دینے کی جرأت نہ کر سکے، کہ یہ لوگ امریکہ و مغرب کے وفادار غلام ہیں، اہل ایمان پر سخت اور کفار کے لیے بڑے نرم دل اور چاپلوس ہیں یہاں تک کہ ان کی خوشنودی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ ولیہ وسلم کے دشمنوں کو بھی پناہ دینے سے نہیں ہچکچاتے۔ غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ کی پھانسی

درحقیقت قانون توہین رسالت کو پھانسی دینے کی کوشش ہے۔ یہ وقت ہے کہ مسلمانان پاکستان خواب خرگوش سے بیدار ہوں اور مل کر اِس نااہل اور ظالم حکومت کے ان ناپاک منصوبوں کی روک تھام کا بندوبست کریں۔ سماجی روابط کی ویب سائٹس پر محترم غامدیان کرام جن میں ہمارے عمار خان ناصر صاحب سرفہرست تھے، حسب معمول قانون توہین رسالت کے خلاف اپنا زہر اُگلنے، غازی ممتاز قادری کے خلاف بہتانات و مغلظات کا طومار باندھنے، سلمان تاثیر کی حمایت کرنے اور قسما قسم کی بولیاں بولنے میں مصروف ہوگئے، بندہ ناچیز نے بھی جواباً ایک مضمون تحریر کیا جو مجلّہ کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

آقا علیہ السلام اپنے جانثار صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے...... چودھویں کے روشن چاند کے گرد اگرد ستاروں کی حسین محفل......ایک قتل کا مقدمہ درپیش تھا......ایک باندی کو کسی نے قتل کر دیا تھا اور قاتل کا کچھ پتہ نہ تھا......مقدمہ کی صورت حال پیچیدہ ہو رہی تھی...... جب کسی طرح قاتل کا نشان معلوم نہ ہوا تو آقا علیہ السلام نے مدینہ کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''أنشد الله رجلاً لی علیه حق فعل ما فعل إلا قام. جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے، اور میرا اس پر حق ہے تو اسے میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے۔''

آقا علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر ایک نابینا شخص اس حالت میں کھڑا ہو گیا کہ اس کا بدن کانپ رہا تھا، اور کہنے لگا کہ:

''یارسول اللہ میں اس کا قاتل ہوں، یہ میری ام ولد تھی اور اس کی میرے ساتھ بہت محبت اور رفاقت تھی، اس سے میرے دو موتیوں جیسے خوبصورت بچے بھی تھے، لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتی اور آپ کو برا بھلا کہا کرتی تھی، میں اسے روکتا مگر یہ نہ رکتی، میں اسے دھمکاتا پر یہ باز نہ آتی۔ کل رات اس نے آپ کا ذکر کیا اور آپ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو میں نے ایک چھری اٹھائی اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اس چھری پر اپنا بوجھ ڈال دیا یہاں تک کہ یہ مر گئی۔''

نابینا صحابی یہ سارا واقعہ سنا کر خاموش ہو چکے تھے۔

معاملہ بہت نازک اور کیس سیدھا سیدھا ''دہشت گردی'' بلکہ ''فوجی عدالت'' کا تھا......

ایک شخص نے ''قانون ہاتھ میں'' لے لیا تھا......

''از خود مدعی اور از خود جج'' بنتے ہوئے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا......

''حکومت کی رٹ'' چیلنج ہو چکی تھی......

حکومت بھی کسی راحیل، پرویز، زرداری یا نواز کی نہیں، خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی......

''محض مذہبی جذبات'' کی بناء پر ایک انسان کو قتل کیا جا چکا تھا......

عدالت میں کوئی کیس، تھانے میں کوئی رپٹ درج کرائے بغیر......!!

''مذہبی جنونیت'' کی روک تھام شاید بہت ضروری تھی اور ''جذباتیت'' کا قلع قمع بھی......

پھر وہ لب ہلے جو "إن هو إلا وحی یوحی." کی سند لیے ہوئے تھے......

جن کا ہلنا بھی وحی، جن کا خاموش رہنا بھی وحی تھا، جن سے نکلے ہوئے الفاظ قیامت تک کے لیے قانون بن جاتے تھے، جن کا غصہ بھی برحق اور جن کا رحم بھی برحق تھا، جو جان بوجھ کر باطل کہہ نہیں سکتے تھے اور خطا پر ان کا رب ان کو باقی رہنے نہیں دیتا تھا......!!

سب کان ہمہ تن گوش تھے......

فضاء میں ایک آواز گونجی، وہی آواز جو سراپا حق تھی......

"ألا......! اشهدوا......! إن دمها هدر. سنو!......گواہ ہو جاؤ!......اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے۔۔۔(اس کا کوئی قصاص نہیں) [سنن نسائی، ابوداؤد، سنده صحيح]

ہمارے ہاں عموماً یہ ذہن پایا جاتا ہے کہ کسی بھی جرم پر سزا دینے کا اختیار صرف اور صرف حکومت کے ہاتھ میں ہے اور عوام الناس اس معاملے میں بالکل ہی بے اختیار ہیں، یہ بات اکثر معاملات میں صحیح ہونے کے باوجود من کل الوجوہ درست نہیں، بہت سے معاملات ایسے بھی ہیں جہاں اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی قانون نے عام شہریوں کو بھی ازخود اپنا دفاع کرنے، کوئی اقدام کرنے، یا بدلہ لینے کا حق دیا ہے۔

(۱)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"من اطلع فی دار قوم بغیر إذنهم ففقاؤا عینه فقد هدرت عینه. جس شخص نے کسی قوم کے گھر میں جھانکا اور انہوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کی آنکھ ضائع ہے، اس کا کوئی قصاص نہیں۔''

[رواہ ابوداؤد وسندہ صحیح]

یہاں غیرت میں آ کر کسی کی آنکھ پھوڑ دینے والے کے لیے معافی کا اعلان ہے جبکہ اس کی اشارتاً بھی کوئی مذمت نہیں کی گئی۔

(۲)......جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد. جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، جو

شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔'' [بخاری، جامع الصغیر]

یعنی اپنے مال، جان، عزت اور دین کی خاطر از خود ہتھیار اٹھا کر کسی سے لڑنے کے جائز ناجائز ہونے کی بحث کے بجائے اسے لڑتے لڑتے مرجانے کی ترغیب اور اس پر شہادت کی عظیم خوش خبری سنائی جارہی ہے۔

(۳)......یہی بات اس سے بھی واضح الفاظ میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اگر کوئی شخص مجھ سے میرا مال چھیننا چاہے تو آپ کیا فرماتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلا تعطه''......اسے نہ دو!

اس نے عرض کیا: ''اگر وہ مجھ سے لڑے تو؟''

فرمایا کہ: ''تم بھی اس سے لڑو!''

اس نے کہا: ''اگر وہ مجھے قتل کردے تو؟''

فرمایا کہ: ''تو شہید ہے۔''

عرض کیا کہ: ''اگر میں اسے قتل کردوں تو؟''

فرمایا کہ: ''وہ جہنم میں جائے گا۔'' [صحیح مسلم]

یعنی اس شخص کو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنے کے بجائے خود اس دشمن سے محض مال کی خاطر لڑنے کی ترغیب دی جارہی ہے، اور اس لڑائی میں مارے جانے پر شہادت کی نوید سنائی جارہی ہے۔

مقام غور ہے کہ جب محض مال کی خاطر ہتھیار اٹھانے، لڑنے اور مرنے مارنے کی اجازت ہے تو ناموس محمد عربی کیا مال سے بھی گئی گذری چیز ہے؟؟؟ جب اپنے گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دینے پر کوئی گناہ نہیں تو رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی کیا ہماری عورتوں جتنی بھی وقعت نہیں؟؟ غیرت......غیرت......!!

احادیث وفقہ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، سمجھنے اور ماننے والے کے لیے اتنی بھی کافی ہیں، ضدی اور ہٹ دھرم کو پورا قرآن پڑھ کر سنادو! اس کوئی اثر نہیں، اللہ جل شانہ ماننے کی توفیق اور ناموس رسالت کی غیرت عطاء فرمائیں۔

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس وعزت کا مسئلہ اِس قدر حساس ہے کہ جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج کے زمانے تک کبھی مسلمانوں نے اس میں کسی مداہنت ونرمی سے کام نہیں لیا، جب بھی کسی گستاخ نے اپنی بدبختی سے ناموس محمد عربی پر ذرا بھی داغ لگانے کی کوشش کی ہے، اکثر وبیشتر کسی نہ کسی غیرت مند مسلمان نے کسی قانونی کاروائی کا تکلف کیے بغیر فی الفور اسے جہنم کا راستہ دکھادیا ہے، ایسے ملعونین کو، چاہے وہ کعب بن اشرف اور ابورافع کی طرح معاہد ہوں، یا ابن خطل کی طرح حربی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی عدالتی کاروائی اور گواہوں کے بغیر اپنے جانثاروں کے ذریعے ٹھکانے لگوایا ہے اور امت المسلمہ کا ہر زمانے کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے، یہ امت ہر بات پر صبر اور سمجھوتہ کرسکتی ہے لیکن ناموس محمد عربی پر نہ کیا ہے اور نہ کرسکتی ہے۔ تاریخ اسلام میں آپ کو شاید ایسا ایک واقعہ بھی نہ ملے کہ کسی مسلمان نے طیش میں آکر از خود حد جاری کرکے کسی چور کے ہاتھ کاٹ دیئے ہوں، یا زنا کے واقعے پر عدالتی کاروائی کے بغیر کسی کو کوڑے یا رجم کی سزا دے دی ہو، یا شراب پینے پر کسی پر حد جاری کردی ہو......لیکن توہین رسالت کے مسئلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اب تک ایسے واقعات کی سینکڑوں نہیں تو بیسیوں مثالیں بے تکلف پیش کی جاسکتی ہیں۔

اشکال: اگر گستاخ رسول کو از خود قتل کرنے کا فتوی دے دیا جائے تو پھر تو کوئی بھی شخص کسی کو بھی قتل کرکے اسے گستاخ رسول قرار دے دے گا، اور یوں لوگ اس فتوے کی آڑ میں قتل وغارت کا بازار گرم کردیں گے۔

جواب: توہین رسالت کی بنیاد پر کسی کو قتل کردینے والے سے مقتول کی توہین کا ثبوت طلب کیا جائے گا، اگر وہ ثبوت پیش کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اسے باعزت بری کردیا جائے گا اور اگر وہ ثبوت فراہم نہ کرسکا تو دنیا میں اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی بات میں سچا ہے اور اس نے محض شک وشبے کی بنیاد پر نہیں بلکہ قطعی یقین کی بنیاد پر یہ قدم اٹھایا ہے تو وہ عنداللہ شہید ہی ہوگا۔

اشکال: اگر توہین رسالت پر از خود قتل کرنے والے سے توہین کا ثبوت طلب کرنا ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے گواہ کیوں طلب نہیں کیے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی صداقت کا علم ہوچکا تھا، لہٰذا گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی تو موجب قتل ہے لیکن کسی قانون کی گستاخی تو موجب قتل نہیں۔

جواب: ناموس رسالت کے قانون کو ''کالا قانون'' کہنا، گستاخ رسول کو علی الاعلان ''تحفظ'' فراہم کرنا اور پوری قوم کے سامنے یہ اعلان کرنا کہ ''اگر عدالت نے اس مجرم کو سزا دے بھی دی تو میں اسے صدر سے معافی دلاؤں گا۔'' اِس کا مطلب کہ یہ شخص صرف گستاخ نہیں بلکہ ملک بھر کے گستاخوں کا پشت پناہ ہے، یہ ملعونین

کے اس ٹولے کا سرپرست اور مددگار رہے، جب تک اِس شخص کا قصہ پاک نہیں کیا جاتا تب تک کسی بھی گستاخ رسول کو کسی قسم کی سزا ملنا ممکن نہیں......تعجب کی بات ہے کہ کسی شخص کے قتل یا دہشت گردی کے معاملے میں قاتل کے علاوہ اس کو ٹھکانہ و مالی مدد فراہم کرنے والوں کو بھی بلا تردد بے دریغ تختہ دار پر لٹکایا جا سکتا ہے اور پھانسیوں کا بازار گرم کیا جا سکتا ہے تو گستاخان رسول کے اِس کھلے ''سہولت کار و مددگار'' کو شرعی سزا دینے پر کیا اشکال واعتراض ہے؟

ایک بدفہم کا ڈھکوسلہ: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگا کر (نعوذ باللہ) گستاخی رسول کا ارتکاب کیا تھا، انہیں سزا کیوں نہیں دی گئی؟

جواب: بدعقلی و بے وقوفی سے اللہ ہی نجات دے تو دے، قذف اور گستاخی میں فرق ہے، بعض مخلص صحابہ کرام منافقین کے پروپیگنڈے کے زیر اثر آ کر غلط فہمی کی بناء پر ام المومنین رضی اللہ عنہا پر تہمت میں شریک ہو گئے تھے جس پر ان پر حد قذف جاری کی گئی تھی، گستاخی کرتے تو گستاخی کی سزا دی جاتی، اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر ملعون شیطان تاثیر کو لاہور کے مال روڈ پر قمیص اُتار کر اَسی (۸۰) کوڑے ہی کی سزا دے دی جاتی تب بھی ممتاز قادری والا واقعہ ہرگز رونما نہ ہوتا، مگر وہ کھلے عام پاگل بیل کی طرح ڈکراتا رہا اور قانون بھنگ پی کر دھت سویا رہا یہاں تک کہ ایک مرد مجاھد نے اس کا اسی طرح فیصلہ کیا جیسے اس امت کے مردِ مجاہد ہمیشہ کرتے آئے ہیں۔

نکتہ: ام المومنین رضی اللہ عنہا کی براءت میں آیات نازل ہو جانے کے بعد اب اگر کوئی شخص ان پر تہمت لگاتا ہے تو اسے قذف کی نہیں بلکہ قرآن کے انکار کی بناء پر ارتداد کی سزا دی جائے گی۔

نکتہ: اگر کوئی معاہد یا ذمی کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ چونکہ یہ پہلے سے کافر ہے اور اس کے کفر کے باوجود اسے امان دی گئی ہے تو یہ امان توہینِ رسالت کی بناء پر ختم نہیں کی جائے گی، لیکن صحابہ کرام، تابعین، جمہور فقہاء اور احناف کے مفتی بہ قول کے مطابق توہین رسالت کی جسارت سے ذمی کا ذمہ اور معاہد کا عہد ختم ہو جاتا ہے اور وہ عصماء، نابینا صحابی کی ام ولد، کعب بن اشرف اور ابورافع کی طرح قتل کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ اختلاف بھی صرف ذمی اور معاہد کے بارے میں ہے، اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کا مرتکب ہو تو بقول علامہ خطابی بالاتفاق وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کے قتل کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند جانثار صحابہ جب گستاخ رسول سلام ابن ابی الحقیق کو واصل جہنم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مبارک میں فائز و کامران پہنچے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ

وسلم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ان غازی جانبازوں پر نظر پڑتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''افلحت الوجوہ''...... یہ چہرے کامیاب ہوگئے......!

جبکہ غزوہ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک مٹھی ریت اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی تو فرمایا: ''شاہت الوجوہ''...... یہ چہرے برباد ہوگئے......!!

الحمدللہ! آج غازی ممتاز حسین قادری شہید کے مبارک چہرے، اور محض عشق رسول کی بناء پر ان کی زیارت کے لیے آئے ہوئے خوش نصیب چہروں کو دیکھ کر ''افلحت الوجوہ'' کا نظارہ سامنے آ گیا...... اور......''شاہت الوجوہ؟''...... یہ کون سے چہرے ہیں؟ ایک چہرہ تو وہی جو اِس مردِ مجاہد کے ہاتھوں عبرت ناک انجام کو پہنچا تھا، اور باقی بہت سارے منحوس چہرے، کچھ پینٹوں والے، کچھ داڑھیوں والے، جو ایک ملعون کی حمایت اور ایک مردِ مجاہد کے تمسخر واستہزاء کی خاطر اپنے پلید قلم اور اپنی بدبودار زبانوں سے ہر طرف نجاست پھیلا رہے ہیں......!!

احسن خدامی......۲۹ رفروری ۲۰۱۶ء......۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ...... بروز پیر

☆......☆......☆......☆

غازی ممتاز قادریؒ شہید کا جنازہ

بلاشبہ غازی ممتاز قادری شہید کا جنازہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔

ایک بین القوامی نشریاتی ادارے کی پاکستان میں ترجمانی کرنے والے دوست نے پوچھا کہ تمارے خیال میں شرکاء کی تعداد کیا ہوگی۔عرض کیا کہ سیاسی جماعتوں کے جلسوں میں جتنے افراد کی تعداد کو میڈیا ایک ملین بتایا کرتا ہے، یہ اُس سے کم از کم چھ گنا زیادہ شرکاء تھے۔

میں دن بارہ بجے راولپنڈی کے راجہ بازار میں داخل ہوا تو جانا پہچانا منظر بالکل بدلا ہوا تھا۔سب سے بڑا تجارتی مرکز جہاں دن کے اوقات میں پیدل چلنا بھی دشوار ہوتا ہے اس وقت خالی پڑا تھا۔تمام لوگ صرف ایک ہی سمت رواں دواں تھے۔کسی کو راستہ پوچھنے کی حاجت تھی نہ کسی سے منزل کا پتہ پوچھنے کی ضرورت تھی۔دیسی لبرلز کی دلیلوں جیسی پیچیدہ گلیاں بھی آج صراط مستقیم بنی ہوئی تھیں۔ہر جانب سے لوگ اُمڈتے ہوئے ایک جانب کو رواں ہوجاتے۔جس طرح بہار کے موسم میں چھوٹی چھوٹی ندیاں اور نالے دریا میں شامل ہوکر آگے کی جانب رواں ہوجاتے ہیں۔

تاریخی فوارہ چوک سے آگے کا منظر واقعی ایک انسانی دریا کا منظر پیش کررہا تھا۔باڑہ مارکیٹ کی گلی

سے آگے نکل کر جب موتی مسجد تک پہنچے تو انسانی دریا کا پاٹ اسقدر بھر چکا تھا کہ رُک رُک کر چلنا پڑ رہا تھا۔

گوالمنڈی چوک پار کرتے ہوئے ایک منظر یہ دیکھا کہ ڈیوٹی پر موجود ایلیٹ فورس اور پولیس کے اہلکار ممتاز قادری کے حق میں نعرے بازی کر رہے ہیں۔ کالی وردی میں ملبوس ایک تنومند جوان با آواز بلند کہہ رہا تھا کہ ممتاز میرا بیج میٹ تھا، لیکن کیا خبر تھی کہ وہ اتنے نصیبوں والا ہے۔

نیشنل آرٹ کونسل کے دروازے تک لوگ صفیں بنائے بیٹھے تھے۔ نئے آنے والے اس سے آگے بیٹھتے جا رہے تھے۔ میں نے صف میں بیٹھنے کے بجائے جائزہ لینے کا فیصلہ کیا۔ کئی برسوں کی رپورٹنگ کی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک طرف سے نکل کر مری روڈ کی طرف آ گیا۔ پہلے فیض آباد کی طرف چلنا شروع کیا، صفیں کمیٹی چوک کے انڈر پاس تک موجود تھیں، میں پلٹ کر لیاقت باغ کے سامنے سے ہوتا ہوا صدر کی جانب نکل گیا۔ جنگ بلڈنگ سے آگے مریڑ چوک کے قریب تک صفیں بنی ہوئی تھیں۔ موتی پلازہ کے پیچھے راولپنڈی میڈیکل کالج تک بھی صفیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں سے واپسی پر ایک بار پھر کالج روڈ پر مڑ گیا۔ جہاں سیور فوڈ سے آگے کرنل مقبول کے امام باڑے تک صفیں بچھی ہوئی تھیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ لیاقت باغ کے ہر اطراف تین کلومیٹر تک انسانی سر ہی دکھائی دے تھے۔ ان میں بوڑھے، بچے اور جوان سبھی شامل تھے۔ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث کا کوئی امتیاز تو تھا ہی نہیں۔ یہاں تو مذہبی اور غیر مذہبی کی بھی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ کلین شیو، ٹائی اور کوٹ پہنے ہزاروں افراد بھی موجود تھے اور جینز شرٹ میں بالوں اور داڑھی کے عجیب ڈیزائن بنائے کھلنڈرے بھی موجود تھے۔ پولیس کی وردیاں پہنے سینکڑوں اہلکار بھی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وکلاء بھی کالے کوٹوں میں ملبوس موجود تھے۔ اور تو اور میڈیا کے مکمل بلیک آوٹ کے باوجود درجنوں رپورٹرز، کیمرہ مین اور فوٹو گرافر بغیر کیمروں کے موجود تھے۔ یہاں تک کے اخبارات اور چینلز کے دفاتر کے اندر کام کرنے والے عملے کی بھی بڑی تعداد موجود تھی۔

یہ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہی نہ تھا، یہاں موجود ہر شخص کا سینہ بھی جذبات کا خزینہ تھا۔ ایسے جذبات کہ جو اس سے پہلے سُنے نہ دیکھے، بلکہ جن کا گمان تک نہ کیا جا سکتا تھا۔ ممتاز قادری کے حق میں نعرے لگانے والے پولیس اہلکاروں کا تذکرہ تو پہلے کر آیا ہوں۔ لیکن مجمع میں نون لیگ کا ایک نومنتخب ناظم فٹ پاتھ پر چڑھ کر نواز شریف اور شہباز شریف کے خلاف نعرے لگوا رہا تھا۔ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سزا......سر تن سے جدا، سر تن سے جدا'' کی صدا ہر سمت سے بلند ہو رہی تھی۔

جنازے میں نوٹ کی گئی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں شریک ہونے والوں میں کئی سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی اعلیٰ قیادت بھی شامل تھی۔ جس میں خود نون لیگ کے کئی سنئیر ورکز بھی شامل تھے۔ لیکن کسی

بھی لیڈر نے پروٹوکول اور روایتی کروفر کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سیاسی اور مذہبی رہنماؤں میں سے کسی نے بھی سٹیج پر جانے کی کوشش نہیں کی۔ سب کے سب نے عوام میں شامل ہو کر نماز جنازہ ادا کی۔ جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق صاحب بھی تشریف لائے۔ اور انہوں نے بھی سڑک پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کی۔

نماز جنازہ کے اختتام پر جب لوگ واپسی کے لئے نکلنا شروع ہوئے تو بالکل حج کے موقعہ پر عرفات سے روانگی کا سا منظر تھا۔ لاکھوں افراد کا مجمع حکومت اور اُس کے مغربی آقاؤں کو یہ پیغام دے گیا کہ پاکستان محمد عربی صل اللہ علیہ وسلم کی امت کا ملک ہے۔ یہاں تم میڈیا کے زور پر لاکھ ملالہ اور شرمین جیسے جعلی ہیرو بنا ڈالو۔ یہ قوم انہیں جوتے کی نوک پر رکھتی ہے۔ اس قوم کا اصلی ہیرو غازی ممتاز قادری جیسا غیرت مند ہے، اور اس کو ہیرو تسلیم کروانے کے لئے کسی میڈیا کی ضرورت نہیں ہے۔'' [بشکریہ مہتاب عزیز بھائی]

☆......☆......☆......☆

مساواتِ مردوزن

اللہ جل شانہ نے اس دنیا میں سب انسانوں کو بالکل ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ اپنی نعمتوں کے لحاظ سے سب میں تفاوت رکھا ہے۔ کوئی امیر، کوئی غریب، کوئی تندرست اور کوئی بیمار، کوئی خوبصورت اور کوئی بدصورت، کوئی حاکم اور کوئی محکوم، کوئی ذہین اور کوئی کند ذہن...... یہ اس لیے کہ یہ دنیا دار العمل اور آزمائش کا گھر ہے اور آزمائش تبھی ہو سکتی ہے جب لوگوں کے حالات ودرجات میں تفاوت ہو۔

فرض کیجیے کہ اللہ جل شانہ دنیا کے تمام انسانوں کو ایک جتنی دولت، ایک جیسی صحت، ایک جتنی ذہانت، ایک جیسی طاقت اور ایک جیسی قسمت دیتے تو نہ کسی کو اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کا موقع ملتا اور نہ کوئی تکلیف اور مصیبت پر اللہ کی رضا پر راضی رہنے کے مزے لوٹتا...... نہ کوئی کسی کی بیمار پرسی کرتا، نہ کوئی کسی کے کام آتا، نہ کسی کو کسی سے ہمدردی کرنے کی ضرورت پیش آتی...... نہ تو کسی کو نعمت ملنے کی خوشی اور قدر معلوم ہوتی اور نہ تکلیف میں مالک کے سامنے آہ وزاری کی لذت......!

میرے مالک کی حکمتیں اور قدرتیں عجیب ہیں، وہ اس دنیائے فانی میں کسی سے ایک نعمت چھینتے ہیں تو کوئی دوسری ایسی نعمت عطاء فرما دیتے ہیں جو اس کا نعم البدل ثابت ہوتی ہے۔ اس کی شان کے عجیب رنگ ہیں، کسی کو اس نے نرم وگداز مخملیں بستر عطاء کر کے میٹھی نیند سے محروم کر دیا، اور کسی کو سونے کے واسطے پتھریلی زمین دے کر ایسی سکون کی نیند عطاء کی جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، کسی کے پاس کھانے کی چیزیں بے شمار مگر بیماریوں کے مارے کچھ بھی کھانے سے معذور، کوئی روٹی پر پیاز رکھ کر کھا رہا ہے مگر تنومند و توانا، کوئی

بیسیوں پہرے داروں کے حصار میں خوف و دہشت سے لرزہ براندام، اور کوئی موت کے منڈلاتے سایوں میں بھی مطمئن اور بے خوف......!

بچے ہی کو لے لیجئے کہ وہ جب دنیا میں آتا ہے تو اللہ جل شانہ اسے مال، عہدہ، طاقت، زبان، عقل اور سمجھ، ہر چیز سے خالی ہاتھ زمین پر بھیجتے ہیں...... بظاہر وہ باقی سب انسانوں میں سب سے زیادہ مجبور اور لاچار......اس کا ایک دن دنیا میں زندہ رہنا بھی اسباب کی دنیا میں ناممکن......مگر مالک کائنات نے اس سے تمام نعمتیں چھین کر اسے ایک نعمت دے دی......''محبوبیت''......اس محبوبیت کی بدولت سب طاقتور، مالدار، عقل منداور فصیح و بلیغ انسان اس مجبور ولاچار کی خدمت وناز برداری میں لگے ہیں......روتا ہے تو سب چپ کرانے کو بے چین ہو جاتے ہیں، کوئی اٹھانے کو دوڑتا ہے کوئی ہنسانے کے جتن کرتا ہے، کوئی ساری ساری رات جاگ کر گذارتا ہے اور کوئی سردیوں کی یخ راتوں میں بار بار دھلانے اور کپڑے بدلانے پر اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے......!

پھر ہم افراد کے تفاوت سے آگے چل کر اقوام پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ان کو بھی آپس میں متفاوت پاتے ہیں۔بعض قوموں کے لوگ حسن سے مالا مال تو بعض جسمانی قوت و طاقت میں دوسروں سے ممتاز، بعض علم وذہانت میں باقیوں سے فائق تو بعض صنعت وحرفت سے بہرہ ور یا دولت کے انبار سے شاداں و مسرور......اس علیم وحکیم اور مالک کائنات کی حکمت ہے کہ وہ کسی کو کم دے اور کسی کو زیادہ، کسی کو سب کچھ دے دے اور کسی کو کچھ بھی نہیں......انسان بے چارے کی چھٹانک بھر عقل کی کیا مجال کہ اس کی بے پایاں حکمتوں کی تہہ تک پہنچ سکے......؟

جس طرح اس مالک نے انسانوں میں بحیثیت افراد اور بحیثیت اقوام فرق رکھا ہے، اسی طرح بحیثیت صنف انسانوں کے دو گروہوں، یعنی مرد وعورت کو بھی اس نے ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ دونوں کے درجات واستعداد میں فرق رکھا ہے اور مردوں کے گروہ کو عورتوں کے گروہ پر مجموعی اعتبار سے جسمانی طاقت، ذہنی استعداد، قوت فیصلہ، شجاعت و بہادری اور پھرتی وچستی میں فضیلت اور برتری عطاء فرمائی ہے. اور اس برتری کا قرآن پاک میں ان الفاظ میں اعلان بھی کر دیا ہے کہ:

''الرجال قوامون علی النساء.مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔''

اور......''وللرجال علیھن درجة.مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔''

پھر اللہ جل شانہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت عطاء کی اور طاقت وقوت میں مردوں کو فوقیت دی تو بدلے میں ان عورتوں کی ذمہ داری بھی مردوں کے کاندھے پر رکھی، ان عورتوں کا کھانا پینا، رہائش، لباس،

علاج معالجہ،غرضیکہ ہرخرچہ مرداورصرف مرد پر ہے، جب مرداورعورت کی شادی ہوتی ہے تو اس وقت مہر کے عنوان سے ایک بھاری رقم بھی مرد ہی کوادا کرنی ہوتی ہے۔اور جب دونوں کی اولاد ہوتی ہے تو اس اولاد کا ہرقسم کا تمام خرچ بھی مرد ہی کے کاندھے پر ہوتا ہے،عورت اپنی اوراپنی اولاد کی کسی بھی قسم کی مالی ذمہ داری سے مکمل طور پرآزادہوتی ہے۔

ان سب تشریعی اور قانونی رعائتوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی اللہ جل شانہ نے عورت کوعطاء کردی ہے جسے ''محبوبیت'' کہتے ہیں،یعنی عورت کی محبت واحترام اوراس کی ہمدردی اوراس کے بارے میں غیرت اس طرح مرد کے دل میں پیدا کردی کہ بڑے بڑے سورمااورطرم خان مرد بھی ایک بوڑھی عورت کے قدموں پر جھکے نظرآتے ہیں...... ہاں وہی عورت جسے ماں کہتے ہیں،ایک ننھی سی بچی کی ایک لمحے کی مسکراہٹ پراپنی ساری خوشیاں قربان کرنے کوآمادہ ہیں...... جوان کی بیٹی ہے،ایک عورت کی ذمہ داریاں نبھانے کی خاطرصبح سے شام تک پسینہ بہاتے اورملک ملک کی خاک چھانتے ہیں۔

جب اللہ جل شانہ نے ساری ذمہ داریاں مرد پر ڈالی ہیں تو مرد کو کچھ اضافی اختیارات بھی عطاء کیے ہیں اورعورت کواس کا محکوم بنایا،اوراسے مرد کی خدمت اوراطاعت کاحکم دیاہے،اوراسے تنبیہ کردی ہے کہ اسلام اگرکسی انسان کوسجدے کاحکم دیتاتو بیوی کوحکم دیتا کہ شوہر کوسجدہ کرے۔

دوسری طرف اسلام نے مرد کوبھی یہ واضح کردیا ہے کہ اسے حاکم اس لیے بنایا گیا ہے تا کہ وہ اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائے،اس لیے نہیں کہ وہ عورت پرزیادتی اورظلم روارکھے۔

چنانچہ اسے:''خیر کم خیر کم لأھلہ، وأنا خیر کم لأھلي تم میں سےبہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہو،اور میں محمد اپنے گھر والوں کے لیےتم سب میں اچھا ہوں۔'' کا پیغام سنایاہے۔

اور:''حتی اللقمة ترفعھا فی فی امرأتك صدقة.جولقمہ تواپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے وہ بھی صدقہ ہے۔'' کہہ کر بیوی پرخوش دلی سے خرچ کرنے کاحکم دیااور:

''اتقوا اللہ فی النساء.عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو!'' کی دھمکی دے کراسے عورت پر ظلم وزیادتی سے روکا ہے۔

نیزاس سے:''وعاشروھن بالمعروف.عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گذارو۔'' کی سفارش کی ہے۔

اور:''فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیه خیرا کثیرا.اگرتم انہیں

ناپسند کرتے ہوتو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت خیر ڈال دے۔'' کا فرمان سنا کر انہیں اپنی بیویوں کی طبعی ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ فضیلت دنیا کے اعتبار سے ہے، آخرت میں فضیلت اسی کو ہوگی جو ایمان اور عمل صالح کے معیار پر پورا اترے گا......عند اللہ مرتبے قابلیت پر نہیں قبولیت پر ملتے ہیں، جانے کتنی پاکباز، عفیفہ اور نیک عورتیں ایسی ہوں گی کہ میرے جیسے لاکھوں نالائق مردوں کی قیمت اللہ کے ہاں اُن کی خاک پا جتنی بھی نہ ہوگی......دنیا میں جو شخص ایک عورت کا سردار اور حاکم ہونے کے زعم میں اس پر ستم ڈھاتا ہے، کچھ بعید نہیں کہ قیامت میں وہ عورت جنت کے بلند و بالا مقامات کی حق دار قرار پائے اور یہ حاکم صاحب جہنم کے کسی کونے میں پڑے سڑ رہے ہوں۔نعوذ باللہ من ذالک۔

یورپ اور اس کے ذہنی غلاموں کا دعویٰ ہے کہ مرد اور عورت صلاحیت اور مرتبے میں برابر ہیں، لہٰذا دونوں کے حقوق بھی ایک جیسے اور ایک جتنے ہونے چاہئیں۔اُن کا یہ بھی دعوی ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ممالک میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے ہیں۔ان کے اِس نظریے کے صحیح یا غلط ہونے کی بحث سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا خود ان لوگوں نے اپنے اس دعوے پر عمل بھی کیا ہے یا فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے اگر تو پچھلی ایک صدی میں امریکہ کے صدور، برطانیہ کے وزرائے اعظم، امریکہ و برطانیہ و فرانس کے آرمی چیفس میں مردوں اور عورتوں کا تناسب برابر ہے، اور ان ممالک کی موجودہ آرمی میں بھی مردوں اور عورتوں کی تعداد بالکل ایک جتنی ہے تب تو یہ گورے واقعی اپنے دعوے میں سچے ہیں، اور اگر اس تناسب میں فرق ہے اور درحقیقت بہت عظیم فرق ہے، بلکہ مقامات پر صفر اور سو کا فرق ہے تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے، یا تو ان لوگوں کا عورت کو مرد کے برابر حقوق دینے کا دعوی بالکل جھوٹا ہے اور یا پھر عورت درحقیقت صلاحیتوں میں مرد سے کم ہونے کے باعث اُن کے ہاں اِن عہدوں پر مرد کے برابر نہیں پہنچ سکی۔الحمد للہ ہمیں تو چودہ سو سال پہلے ہی ہمارے دین نے یہ دوسری بات بتا دی تھی جس پر ہم ایمان لے آئے تھے، تمہاری بدبختی کہ تم نے اِس بات کا تجربہ کرنے کے لیے اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو سڑکوں پر گھسیٹا، اُن کو راہ چلتے درندوں کی ہوس کا نشانہ بنایا، اُن کو دفتروں اور کارخانوں میں ذلیل وخوار کیا، اور نتیجہ پھر بھی وہی نکلا جو ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہمیں بتا دیا تھا، تمہیں بات پھر بھی سمجھ نہیں آ رہی اور چلے ہو ہمیں سمجھانے......!

تم لوگوں کا دعوی یہی ہے نا کہ مرد و عورت دونوں انسان ہونے میں برابر ہیں اس لیے دونوں کے حقوق و اختیارات بالکل ایک جیسے ہونے چاہئیں، تو اپنے اِسی قاعدے اور اُصول کے تحت ذرا تم لوگ یہ

مہمات بھی چلاؤ کہ:

چونکہ جج اور عام لوگ انسان ہونے میں برابر ہیں اس لیے جس طرح جج کو لوگوں پر مقدمہ چلانے کا اختیار ہوتا ہے اِسی طرح ہر شخص کو دوسرے پر مقدمہ چلانے کا اختیار ہونا چاہیے۔

چونکہ وزیراعظم بھی ایک انسان ہیں، اس لیے جو اختیارات وزیراعظم کے ہیں وہ ہر انسان کو ملنے چاہئیں۔

چونکہ پولیس اور غیر پولیس سب انسان ہیں اس لیے پولیس کے اختیارات مثلاً گرفتار کرنا، تفتیش کرنا، سزا دینا وغیرہ بھی ہر انسان کے پاس ہونے چاہئیں۔ وغیرہ وغیرہ......!!!

مگر ان تمام مقامات پر تو تم لوگوں کو انسانی مساوات یاد نہیں آتی، فقط عورتوں اور مردوں کی انسانی مساوات کا راگ الاپتے پھرتے ہو......! حقیقت یہ ہے کہ نہ تو تمام انسان ہر لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سب کو ایک جیسے اختیارات دیئے جا سکتے ہیں، یہ صرف اور صرف حماقت اور پاگل پن ہے جس کی کوئی عقلی بنیاد نہیں ہے۔

دین اسلام، بلکہ فطرت نے عورتوں اور مردوں کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپی تھیں، مردوں کے ذمہ کمانا اور باہر کے امور، اور عورتوں کے ذمہ اولاد کی پرورش اور گھر کے امور...... یورپ نے مردوں کے کاموں اور ذمہ داریوں میں تو عورتوں کو شریک کر دیا مگر بچے پیدا کرنے، ان کو دودھ پلانے وغیرہ جیسے کام تو مرد کرنے سے رہے، یہ کام تو لازماً عورت ہی کو کرنے ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ عورت کے کام اُسی بچاری کے سر پر رہے اور مردوں نے اپنے آدھے کام بھی اُس پر لاد دیئے اور یہ نادان کودتی پھر رہی ہے کہ مجھے آزادی مل گئی......!!

یورپ والوں کی دیکھا دیکھی ہماری بعض عورتوں کو بھی یہ خبط سوار ہو گیا ہے کہ ہم چونکہ آبادی کا نصف حصہ ہیں لہٰذا ہمیں ملازمتیں بھی اِسی تناسب سے دی جائیں، صرف ملازمتیں ہی کیوں؟ مردوں کی ہر میدان میں برابری کرنی ہے تو گدھا گاڑیاں چلانے، مزدوری کرنے، سڑکیں کوٹنے، ٹرک ڈرائیوری وغیرہ میں بھی مردوں کی برابری کریں تا کہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو......!!

''تحفظ حقوق نسواں'' کے عنوان سے اب جو بل ہماری نوکر شاہی نے بنایا ہے یہ علمی و عقلی لحاظ سے اس قدر بودا، لچر اور احمقانہ ہے کہ اس کے مندرجات پر علمی یا عقلی تبصرہ بھی وقت ضائع کرنے کے برابر ہے، یہ صرف اور صرف دینی طاقتوں کے نام یہ پیغام ہے کہ: ''کر لو تم کیا کر سکتے ہو!''

اِس وقت حکومت کی مثال اُس بدمعاش کی سی ہے جو کسی راہ چلتے سے لڑنا اور اُسے مارنا چاہتا ہے تو

چلتے چلتے اُسے کاندھے سے دھکا دیتا ہے اور پھر اُس کا گریبان پکڑ لیتا ہے کہ مجھے دھکا کیوں دیا؟؟ طاقت کے نشے میں بدمست اِن ہاتھیوں کے سامنے علم و عرفان کے دریا بہانے، متانت و سنجیدگی کی اعلیٰ مثالیں پیش کرنے اور تہذیب و شائستگی کے نمونے بننے کے بجائے شاید اُسی قسم کا جواب دینا ضروری ہے جو مذکور بالا غنڈے کو دیا جانا چاہئے۔۔!!!

نتائج کے اعتبار سے یہ بل ہماری ثقافت و تہذیب اور دین کے لیے بہت ہی زیادہ خطرناک ہے۔ اگر خدانخواستہ یورپ کے غلاموں کا نافذ کردہ یہ بل اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگیا تو اِس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عورتیں مردوں سے باغی ہوجائیں گی اور مرد عورتوں پر اعتبار کھو کر اُن سے محبت و شفقت کا ہاتھ اُٹھا دیں گے جس کی بناء پر گھر ٹوٹ جائیں گے، خاندان اُجڑ جائیں گے، فیملی سسٹم تباہ ہوجائے گا، اولادیں ماں باپ سے باغی ہوجائیں گی، بیویاں شوہروں کو چھوڑ کر چل دیں گی اور بچے ایدھی سینٹروں میں رُلتے پھریں گے......گھروں اور خاندانی نظام کا تصور قصہ پارینہ ہوجائے گا......اور عورت جب گھر سے نکلتی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتی ہے تو اُس کی صلاحیت، محنت اور قابلیت سے پہلے اُس کی عفت و عصمت کا دام لگتا ہے، اور عفت و عصمت کا یہ جوہر چند کوڑیوں کے مول بیچ کر جب وہ آگے چلتی ہے تو دربدر بکتی ہی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنا حسن و جوانی کھو بیٹھتی ہے تو نہ محبت کرنے والی اولاد اُس کے قریب ہوتی ہے، نہ وفادار شوہر، نہ پیار کرنے والے پوتے پوتیاں، نہ حال احوال پوچھنے والے بھانجے بھانجیاں اور نہ ہی وہ ہوس پرست مرد جو چند ٹکے دے کر اُس کی عفت و عصمت کے ساتھ کھیل چکے ہوتے ہیں۔۔!!! تب وہ تنہا، بے بس، بے یار و مددگار رہ جاتی ہے اور پرانے کباڑ کی طرح کسی اولڈ ہوم میں پھینک دی جاتی ہے...... گھروں کو توڑنا اور گھروں سے نکلنا آسان ہے لیکن دوبارہ اُس گھر میں داخل ہونا اور اُس کے فوائد و برکات حاصل کرنا ناممکن و محال۔۔!!

اس گھمبیر اور خوفناک صورت حال میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟

۱......سب سے پہلے تو اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار، کہ یہ جو عذاب ہم پر مسلط ہو رہا ہے سب ہمارے ہی اعمال کا کیا دھرا ہے۔ اگر اللہ جل شانہ سے ہمارا تعلق مضبوط ہوتا تو کبھی ہمیں یہ منحوس دن نہ دیکھنا پڑتا۔

۲......اپنے گھروں سے فوری طور پر ٹی وی اور میڈیا کو دیس نکالا دیا جائے کہ یہی شیطانی آلات ہمیں اِن سب خباثتوں کے طریقے سکھاتے ہیں جو کافر انگریز ہمیں سکھانا چاہتا ہے۔

۳......اپنے اہل خانہ اور اولاد کی دینی تربیت، اور کسی نہ کسی اللہ والے سے خود بھی جڑنا اور اُنہیں

بھی جوڑنا، لڑکوں کو ترغیب دے کر تبلیغی جماعت میں وقت لگوانا، کم از کم اتنا ضرور ہو کہ ہم دن میں کسی وقت سب گھر والوں کو جمع کر کے کسی دینی کتاب کی تعلیم کا معمول بنائیں، حکایات صحابہ، فضائل اعمال، معارف الحدیث وغیرہ بہترین کتب ہیں۔

۴......مرد اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں، ان سے شفقت و محبت اور مہربانی کا رویہ رکھیں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور ان کے شرعی حقوق کو ادا کرنے کی فکر کریں، ان کو طعن و تشنیع اور تکلیف دینے سے پرہیز کریں اور اپنے لڑکوں کو بھی یہی تربیت دیں۔

۵......عورتیں بھی مردوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں، اُن کی نافرمانی ہرگز نہ کریں، اُن کی خدمت و اطاعت کو اللہ کا حکم اور فخر سمجھ کر کریں اور اپنی بچیوں کو بھی یہی تربیت دیں۔

۶...... بے حیائی اور بے غیرتی دونوں بہنیں ہیں، اگر مرد بے غیرت نہ ہوں تو عورتیں کبھی بے حیا نہیں ہوتیں، اور مردوں کی بے غیرتی کا ایک شعبہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو خود ادا نہیں کرتے، رزق حلال کمانے میں سستی کرتے ہیں اور گھر سے باہر کے کاموں میں کسل مندی کرتے ہیں، نتیجتاً عورت کو اول مجبوراً اِن کاموں کو خود سنبھالنا پڑتا ہے اور پھر کچھ عرصے بعد یہیں سے بے حیائی و بدکاری کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ خود سوچئے کہ جو مرد صاحب گھنٹی بجنے پر سستی کے مارے خود نہ اٹھیں اور بیگم کو دروازے پر بھیجا کریں، بازار سے سودا سلف لانے کی تکلیف خود نہ فرمائیں، وہ اپنی عورتوں کو کسی غیر مرد سے بات کرنے سے کیسے روک سکتے ہیں......؟

اِن سب گذارشات کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اِس تلخ حقیقت کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ یہ سب چیزیں اِن مسائل کا وقتی اور عارضی حل ہیں، اِس مضمون کو زیادہ سے زیادہ چند سو یا چند ہزار لوگ پڑھیں گے، پھر اُن میں سے شاید چند فیصد ہی اِن گذارشات پر عمل کریں یا کر سکیں، مسئلے کا دائمی اور حقیقی حل نظام کی تبدیلی کے علاوہ اور کچھ نہیں، لہٰذا اُس مالک کون و مکاں سے رات کی تنہائیوں میں رو رو کر یہ دعا مانگی جائے کہ: یا اللہ!! اِن بے حمیت و بے دین حکمرانوں سے ہمیں نجات عطاء فرما جو تیرے دین کے احکامات کو ایک ایک کر کے ڈھانے پر تلے ہوئے ہیں، ہم مجبور اور بے بس ہیں، ہم کچھ نہیں کر سکتے، تو ہی اپنی خاص رحمت اور فضل سے ہمیں نیک اور دیانتدار اور اہل حکمران نصیب فرما، بے شک ہم نالائق و سیاہ کار اور بحیثیت مجموعی بدکار ترین قوم ہیں، تاہم تیری رحمت بھی تو بے حد و بے حساب ہے......اے کریم! اپنی رحمت کے صدقے ہماری حالت پر رحم فرما اور ہماری دعاؤں کو قبول فرما......!! آمین یا رب العالمین

☆......☆......☆......☆

حمزہ احسانی

مولانا راشدی کی تازہ تحریرات......اور......اِدارہ صفدر کا موقف

عمِ مکرم حضرت مولانا زاہدالراشدی مدظلہم کی تازہ تحریرات کی اشاعت کے بعد صدرِ وفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم نے اِس حوالے سے ''ادارہ صفدر'' کی رائے دریافت کی، جو زبانی عرض کی گئی اور بعد ازاں تحریری صورت میں بھی اِرسال کی گئی، ملاحظہ ہو!

باسمہ سبحانہ

از: خادم اہل سنت حمزہ احسانی، مجلّہ صفدر، لاہور ۱۹/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

بخدمت حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت آنجناب سمیت جملہ اکابر اہل سنت کا سایہ تادیر صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

آنجناب کی طرف سے عمِ محترم مولانا زاہدالراشدی مدظلہم کی حالیہ تحریرات اور اُن کے عملی نتائج سے متعلق اِدارہ ''صفدر'' کی رائے دریافت کی گئی، جواباً چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

فتنہ غامدیت کی روک تھام، غامدی وعمار خان کے غلط اَفکار کی تردید اور عمِ محترم حضرت مولانا زاہدالراشدی مدظلہم کے اَحوال کی اِصلاح کے حوالے سے آنجناب کی فکرمندی، کاوشیں، کوششیں اور اقدامات آپ ہی کا خاصہ ہیں۔ اللہ رب العزت آنجناب کو اپنے شایانِ شان اجرِ عظیم سے نوازیں۔ آمین۔

لیکن آنجناب کی کاوشوں کی ناقدری کرتے ہوئے مولانا زاہدالراشدی مدظلہم نے جو طرزِ عمل اختیار کیا اور اکابر سمیت دینی ومذہبی طبقات کو مغالطہ دیا ہے، وہ بھی اُنہی کا خاصہ ہے۔ اکابر وفاق نے حسنِ ظن کی بنا پر مولانا راشدی مدظلہم کی مختلف تحریرات ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں شائع کی ہیں، جس سے ملک بھر کے علماء وطلبہ اور دیندار طبقہ نے یہ سمجھ لیا ہے (اور وفاق کے اِعلان پر سمجھنا ہی چاہیے تھا) کہ مولانا راشدی نے ماہنامہ ''الشریعہ''، عمار خان اور خلافِ جمہور نظریات وآراء سے براءت اور علیحدگی اختیار کرلی ہے۔

حالانکہ یہ خلافِ واقعہ ہے۔ درحقیقت مولانا راشدی مدظلہم نے سب کو راضی رکھنے کی کوشش کی ہے

☆......ایک طرف اکابر اور مذہبی طبقات کو مطمئن کرنے کے لیے اکابر کی مشاورت سے مرتب کردہ تحریر پر دستخط کرکے صدرِ وفاق کو بھیج دی۔ اور ''الشریعہ'' کی پالیسی کے حوالے سے بزرگوں کے تحفظات کا لحاظ رکھنے کا وعدہ بھی کرلیا۔ جس پر سب بزرگوں نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا۔

☆......دوسری طرف اپنے فرزند من پسند عمار خان کو راضی رکھنے کے لیے ماہنامہ ''الشریعہ'' میں وہ

تحریر نقل کرنے کے بعد چند جملے (علمی صلاحیت، تحقیقی ذوق اور دینی صلابت پر مکمل اعتماد کے نام سے) عمار خان کی حوصلہ افزائی میں بھی لکھ دیئے۔ (حالانکہ عمار خان اور دینی صلابت دو متضاد چیزیں ہیں۔)

☆......اور تیسری طرف ''الشریعۃ'' کی پالیسی کی تائید کرتے ہوئے اُس کے اہداف، دائرہ کار اور معیار کو 'مزید بہتر انداز' میں آگے بڑھانے کی امید ظاہر کی۔ نیز مولانا راشدی مدظلہم کا نام بھی ''الشریعۃ'' میں بطورِ ''مؤسس'' موجود ہے۔ اور اُن کے مضامین بھی تسلسل سے ''الشریعۃ'' میں شائع ہو رہے ہیں۔

اِس معاملے میں چونکہ مولانا زاہدالراشدی مدظلہم نے مغالطہ انگیزی سے کام لیا ہے۔ جبکہ ''وفاق المدارس'' کے اِعلان کی وجہ سے ملک بھر کے مذہبی طبقات اُن کے حوالے سے مطمئن ہو چکے ہیں۔ اِس لیے اَب انتہائی ضروری ہے کہ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں ہی یہ اِعلان بھی کر دیا جائے کہ:

''مولانا زاہدالراشدی مدظلہم نے اکابر وفاق کو مغالطہ دیتے ہوئے دوہری چال چلی ہے اور ماہنامہ ''الشریعۃ'' کی پالیسی اور عمار خان کی حوصلہ اَفزائی پر ہی بات ختم کی ہے۔ اِس لیے اَکابر وفاق کو اُن کے حوالے سے تحفظات اور اِشکالات بدستور باقی ہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ سنگین نوعیت اختیار کر چکے ہیں۔ لہٰذا اُن سے بائیکاٹ کی اَپیل والا فیصلہ برقرار ہے۔''

بعض علماء کی طرف سے اِس بات کا اِظہار بھی کیا جا رہا ہے کہ ''وفاق المدارس العربیۃ'' کی قیادت کو ملکی اجتماع، ممکنہ تحریک اور حکومت کے خلاف احتجاج کے لیے مولانا زاہدالراشدی مدظلہم کی ''ضرورت'' ہے، اِس لیے صدرِ وفاق کو خاموش اور خالص مسلکی فکر و سوچ رکھنے والے حلقوں کا منہ بند رکھنے کی خاطر بعض منتظمین وفاق کی طرف سے چل چلاؤ پالیسی سے کام چلایا جا رہا ہے۔

اور یہ سچ ہے کہ مولانا راشدی مدظلہم کے اِس طرزِ عمل کے بعد بھی اگر وفاق کے بعض منتظمین (جو غالبًا پہلے ہی مولانا راشدی مدظلہم کے ہم نوا ہیں) مولانا راشدی مدظلہم کو ''وفاق'' میں قبول کر لیتے ہیں تو اکابر وفاق کے راشدی صاحب سے اختلاف کو ''نظریاتی اختلاف'' قرار دینا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ راشدی صاحب مدظلہم کے اَفکار، خیالات اور آراء حتیٰ کہ الشریعہ کی تائید اور عمار خان کی حوصلہ افزائی وغیرہ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اُمید ہے اِس پہلو پر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

عریضے میں اگر خلافِ ادب بات، انداز یا اُسلوب پایا جاتا ہو تو تہ دل سے اُس کی معافی چاہتا ہوں۔ تعمیل حکم میں صرف حقائق سے آگاہی مقصود ہے۔

والسلام......دعاؤں اور شفقتوں کا محتاج

خادم اہل سنت حمزہ احسانی

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ......۲۸ر فروری ۲۰۱۶ء...... بروز اتوار

مولانا راشدی کی دستخط شدہ تحریر:

گذشتہ سے پیوستہ شمارے (فروری) کے اداریے میں عرض کیا تھا کہ:

''حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے جو تحریر حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی خدمت میں بھیجی تھی، اُس میں بھی بعض چیزیں واقعہ کے مطابق نہیں ہیں۔ اِن شاء اللہ آئندہ کسی مجلس میں اُن کی نشاندہی اور اُن پر تبصرہ کیا جائے گا۔''

ذیل میں ہم چند اُمور کی نشاندہی اور مختصر تبصرہ کر کے اِس موضوع کو سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔

۱)......مولانا مدظلہم لکھتے ہیں: ''(میں) اِس بات کا قائل ہوں اور رہا ہوں کہ....کوئی بھی ایسا نظریہ جو جمہور امت کے مسلمات کے خلاف ہو، درست نہیں ہے۔'' [الشریعہ، جنوری ۲۰۱۶ء، ص:۲]

مولانا راشدی مدظلہم کی یہ بات تو بالکل درست، حقیقت اور اکابر اہل سنت دیوبند کے مزاج کے بالکل موافق و مطابق ہے کہ 'مسلماتِ جمہور کے خلاف کوئی رائے درست نہیں'۔ لیکن کیا کیا جائے اِس اَمر کا کہ حضرت راشدی صاحب خود بعض مسائل میں جمہور سے الگ رائے رکھتے ہیں اور دوسروں کو اِس کا حق بھی دیتے ہیں۔ کاغذی تصویر کی حرمت پر اہل علم کا اجماع اور جمہور کا اِتفاق کس کے علم میں نہیں، لیکن مولانا راشدی صاحب ماہنامہ ''الشریعہ'' کے ٹائٹل پر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی تصویر چھپوانے کے بعد حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے بے جا استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تصویر کے مسئلے میں میرا رجحان امام محمدؒ کے قول کی طرف ہے....(کہ) جو تصویر بستر پر ہو یا چٹائی پر ہو یا تکیہ پر ہو، اُس میں کوئی حرج نہیں۔'' [الشریعہ، اپریل ۲۰۱۱ء، ص:۷]

حالانکہ مولانا راشدی خود ہی اِقرار فرما چکے ہیں کہ:

''پاکستان کے جمہور علمائے احناف کا رجحان تصویر کے مطلقاً عدم جواز کی طرف ہے۔'' [ایضاً]

(رہی بات حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی، تو وہ......[۱] تصویر بنانے کے بارے میں نہیں، بنی ہوئی تصویر باقی رکھنے کے بارے میں ہے۔......[۲] اس کا مطلب یہ ہے کہ تصویر اگر کسی توہین و تذلیل والی جگہ پر ہو تو اس کو باقی رکھنے کی گنجائش ہے۔ اور اگر اکرام و تعظیم کے مقام پر ہو تو اسے باقی رکھنا درست نہیں۔ اب بتایا جائے کہ ''الشریعہ'' کے سرورق پر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی تصویر اِکرام کے لیے ہے یا تذلیل و توہین کے لیے؟ [تفصیل کے لیے دیکھیے مجلّہ صفدر شمارہ ۲۷/ (مئی ۲۰۱۳ء) کا اِداریہ])

اور دوسروں کو ''عمومی مباحث'' یا ''تفرد'' کے نام پر مسلماتِ جمہور سے الگ رائے قائم کرنے کا حق دیتے ہوئے مولانا راشدی مدظلہم لکھتے ہیں:

''عمومی مباحثہ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہر شخص کو رائے کا حق حاصل ہو۔ ماضی میں بھی ایسا ہوتا آیا ہے کہ کسی مسئلہ پر کسی کو رائے دینے سے روکا نہیں گیا۔'' [الشریعہ، نومبر ۲۰۱۱ء، ص:۵۳]

''اور تفردات کے بارہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ ہر صاحب علم کا حق ہے۔ جس کا احترام کیا جانا چاہئے۔'' [ایک علمی و فکری مکالمہ:۱۲]

اِس فکر اور اِن تحریرات کے ساتھ مولانا کا 'خلافِ جمہور رائے کو غلط کہنا کیا وقعت رکھتا ہے؟

۲)......مولانا مدظلہم لکھتے ہیں: ''جن لوگوں نے جمہور اُمت کے مسلمات کے خلاف کوئی راستہ اختیار کیا ہے، میں نے اُس کی تردید میں الحمدللہ اپنی دانست کی حد تک کسی مداہنت سے کام نہیں لیا۔'' [ص:۲]

چونکہ حضرت مولانا مدظلہم کو اپنے فرزند من پسند عمار خان صاحب کے ''دینی تصلب پر مکمل اعتماد'' ہے، اِس لیے اُنہوں نے ''اپنی دانست میں'' یہ طے کر رکھا ہے کہ جناب عمار خان صاحب کی کوئی رائے، نظریہ اور موقف مسلماتِ جمہور کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا، چاہے وہ کیسا ہی نظریہ اپنالیں، وہ بہر حال مسلماتِ جمہور کے دائرے میں ہی ہوگا۔ لہٰذا اِس تناظر میں اُن کی یہ بات ''اُن کی دانست'' میں صحیح ہے۔ لیکن کیا کیا جائے اِس امر کا کہ ہم حقائق دیکھنے اور ماننے کے عادی ہیں۔ اِس لیے مولانا مدظلہم کی اِس بات سے اتفاق پر اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے۔ عمار خان سے ہٹ کر بھی ماہنامہ الشریعہ کے ہی صفحات پر جا بجا ایسے اَفکار بلا تنقید بکھرے پڑے ہیں جو یقیناً مسلماتِ جمہور کے خلاف ہیں، لیکن مولانا راشدی صاحب مدظلہم اُن کے بارے میں ''مکمل خاموشی'' اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اِسے ''مداہنت'' کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

بلکہ بعض ایسی کتب جن میں خلافِ جمہور آراء و اَفکار کا کھلم کھلا اِظہار کیا گیا ہے، حضرت مولانا مدظلہم نہایت ''کھلے دِل سے'' اُن پر تقاریظ ثبت فرما کر اُن کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔

ویسے بھی جب مولانا مدظلہم اہل علم کے لیے جدا رائے کا ''حق'' تسلیم کرتے ہیں تو وہ اُس کی تردید کے بجائے اُس کے لیے گنجائش کا راستہ ہی اپنائیں گے۔ اور مولانا کی مخصوص شرائط کے مطابق لکھنے والا ہر صاحبِ قلم اُن کے نزدیک ''اہل علم'' میں شامل ہے۔ لہٰذا غامدی و عمار کو جداگانہ رائے کا ''حق'' حاصل ہوا۔

۳)......مولانا مدظلہم لکھتے ہیں: ''ماہنامہ ''الشریعہ'' میں، مَیں نے ایک ایسا فورم مہیا کرنے کی کوشش کی تھی جس میں مخالف اَفکار کے لوگ بھی اپنا مدعا اپنے الفاظ میں بیان کرسکیں تا کہ جب اُن پر کوئی تنقید ہو تو یہ نہ کہا جاسکے کہ ان کی بات پوری طرح نہیں سنی گئی یا اسے سیاق و سباق سے کاٹ کر بیان کیا گیا ہے۔'' [ص:۲]

مزید لکھتے ہیں: ''(الشریعہ کے اجرا) کا مقصد جدید لکھنے والوں کا یہ شکوہ دُور کرنا تھا کہ ان کی بات سنجیدگی سے نہیں سنی جاتی۔'' [ص:۲]

اِس سے قبل بھی مولانا فرما چکے ہیں کہ: ''ہماری بھرپور کوشش رہی ہے کہ پیش آمدہ مسائل پر دینی حلقوں میں بحث و مباحثہ کا ماحول پیدا ہو اور کسی بھی مسئلہ پر اپنا موقف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے فریق کا موقف اور دلائل بھی حوصلہ اور اطمینان کے ساتھ سننے اور پڑھنے کا مزاج بنے۔'' [الشریعہ، جون ۲۰۱۴ء]

لیکن یہ عذر کس قدر معقول ہے؟ محتاجِ بیان نہیں۔ کیا ہر مکتبِ فکر اور حلقۂ فکر کے اپنے جرائد کم ہیں جو حضرت مولانا مدظلہم کو ''پرایوں'' کی فکر لاحق ہوئی اور اُن کی خاطر ''اپنوں'' کے نظریات داؤ پر لگا کر فکری انتشار کا دروازہ کھول دیا گیا۔۔!؟

۴)......مولانا مدظلہم لکھتے ہیں: ''میرے بیٹے حافظ عمار خان ناصر سلمہ کے متعدد مضامین بھی ایسے شائع ہوئے ہیں جن میں اُنہوں نے بعض مسائل میں جناب غامدی صاحب کی تائید کی ہے یا اُنہی کا نقطہ نظر اپنایا ہے۔ اِس بنا پر بعض حضرات کو یہ شبہہ پیدا ہو گیا ہے کہ میں ان افکار میں اُن کا ہم نوا ہوں، حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے۔'' [ص:۲]

بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ عمار خان صاحب کے انتشار انگیز مضامین الشریعہ میں شائع ہو گئے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مولانا راشدی مدظلہم بارہا اور جا بجا عمار خان کے بے جا دفاع میں نہ صرف کمر بستہ نظر آئے بلکہ دوسروں کو لتاڑنے اور ڈانٹنے تک بھی نوبت پہنچی۔ لیکن اِس حوالے سے تازہ تحریر میں اُدھوری بات ذکر کر کے اہم پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے قارئین کو مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵)......مولانا مدظلہم لکھتے ہیں: ''میں....الشریعہ سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔'' [ص:۲]

حضرت مولانا کی دستخط شدہ تازہ تحریر میں آخری بات یہ ہے کہ وہ الشریعہ سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ الشریعہ کے ''مؤسس'' حضرت مولانا خود ہیں، اُصولی لحاظ سے حضرت مولانا کو چاہیے کہ جن صاحب پر اکابر کو اعتراض ہے اُن کو الشریعہ سے الگ کریں۔ کیا مولانا الشریعہ میں اتنا اختیار بھی نہیں رکھتے؟

۶)......''حافظ عمار خان ناصر سلمہ....آئندہ الشریعہ کے ذمہ ہوں گے۔'' [ص:۳]

حضرت مولانا نے اگر الشریعہ سے الگ ہونا ہی تھا تو الشریعہ کو کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دیتے جو اِسے مسلماتِ جمہور کے دائرے کا پابند رکھتا۔ لیکن مولانا موصوف نے ایک تیار رِسالہ ''غامدیوں'' کے نام رجسٹرڈ کر کے غامدیت کی راہ ہموار کرنے میں مدد دی ہے۔ اگرچہ یہ ماہنامہ عرصہ دراز سے غامدیت کی تبلیغ و اشاعت میں اَہم کردار ادا کر رہا ہے، لیکن مولانا نے اِسے ایک غامدی کے نام باقاعدہ رجسٹرڈ کر کے اِس کے ذریعے فکری انتشار کا راستہ مزید آسان کر دیا ہے۔ ہاں! البتہ اِس کا یہ فائدہ ضرور ہو گا کہ اَب اِن شاء اللہ 'غامدیت' کی تبلیغ و ترجمانی حنفیت اور دیوبندیت کے بجائے ''غامدیت'' کے نام سے ہی ہو گی۔ ☆☆

انجم نیازی

مناجات

ہو چکی ہے اُمتِ مُسلم نصاریٰ کی غلام
چن لیا سب سے بڑے کافر کو خود اپنا امام

عصمتیں بہنوں کی ہم اَغیار سے لٹوا چکے
سو پیاز اور سو ہی کوڑے باری باری کھا چکے

اعتماد ہم کو مدینے اور مکے پر نہیں
پھر بھی دعویٰ ہے کہ ایوبی سے ہم کم تر نہیں

اِک اَرب سے بھی زیادہ ہیں مگر بے اختیار
اپنا اَب ہونے لگا خواجہ سراؤں میں شمار

پھولوں جیسے آگ میں کتنے مسلماں جل گئے
کتنے معصوموں کے جسم و جاں پہ آرے چل گئے

پھر بھی ہم خاموش ہیں جیسے ہوا کچھ بھی نہیں
بلکہ خوش ہیں اپنے ہاتھوں سے گیا کچھ بھی نہیں

دیکھتے جاتے ہیں رسوائی کے منظر بار بار
پھر بھی ہم ہیں کفر کی اقوام کے خدمت گزار

بے خبر ایسے کہ اپنی بھی خبر رکھتے نہیں
لُٹ رہے ہیں، کھول کر پھر بھی نظر رکھتے نہیں

زندہ رہنے کی سعادت کو سمجھتے ہیں بہت
سجدہ کرنے کی اِجازت کو سمجھتے ہیں بہت

اِک طرف آنکھیں دکھاتے ہیں نصاریٰ اور یہود
اِک طرف بیٹھے ہیں بن کر شیر، سرحد پر ہنود

نام مسلم ہوکے بھی ڈرتے ہیں یارب موت سے
ہم پہ ہوں جیسے مسلط گہرے سائے خوف کے

شیر ہیں لیکن بنے پھرتے ہیں خود ہی لومڑی
کیسے ٹیپو، کیسے غوری، کیسے ہم ہیں غزنوی؟

ہم سے پتھر بھی خفا ہیں جس قدر ہیں شہر میں
جیسے وہ ڈوبے ہوئے ہوں نفرتوں کے زہر میں

گھورتی ہیں نفرتوں سے گھر کی دیواریں ہمیں
گالیاں دیتی ہیں زنگ آلود تلواریں ہمیں

ہم تو ہیں میدان سے بھاگے ہوئے سب مرد و زن
ڈر کے مارے رات بھر جاگے ہوئے سب مرد و زن

ایسا دن تاریخ نے شاید دِکھانا تھا ہمیں
ذلتوں کو اپنے سینے سے لگانا تھا ہمیں

واسطہ تجھ کو تری رحمت، ترے محبوب ﷺ کا
سب سے اچھے، سب سے پیارے لاڈلے محبوب ﷺ کا

اس قدر شرمندگی کی تو سزا ہم کو نہ دے
اتنی مشکل زندگی کی تو سزا ہم کو نہ دے

ہم ترے محبوب کی امت ہیں منہ ہم سے نہ پھیر
تیری رحمت کے برسنے میں ہے یارب کتنی دیر

مسجدیں ویران ہیں روح اذاں باقی نہیں | ہیبتِ مُسلم کا اب نام و نشاں باقی نہیں
ہر غلام سیدِ لولاک ﷺ دہشت گرد ہے | جس کا دل ہے گندگی سے پاک دہشت گرد ہے
گو ڈرامے ہیں کئی اُن کا لکھاری ایک ہے | سانپ ہیں یوں تو کئی سب کی پٹاری ایک ہے
در بدر کر کے مسلمانوں کو خوش ہوتا ہے وہ | ٹکڑے ٹکڑے کر کے انسانوں کو خوش ہوتا ہے وہ
روز و شب گاتا ہے وہ انسانی ہمدردی کا راگ | جب ملے موقع ہر اک گھر کو لگا دیتا ہے آگ
ہر کہانی کے پسِ پردہ کہانی اور ہے | ہم سے اس کی دشمنی اور سرگرانی اور ہے
اس کی نظروں میں کھٹکتے ہیں مدینے کے کھجور | میرے آقا، میرے مولا، میری آنکھوں کے سرور
کافروں سے میرے مکے اور مدینے کو بچا | اے مرے سچے خدا، سچے خدا، سچے خدا!

وفیات

......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ [شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس ملتان] [۱۸/فروری]

......استاذ العلماء حضرت مولانا عبید اللہ المفتی رحمہ اللہ [مدیر: جامعہ اشرفیہ، لاہور] [۱۱/مارچ]

......جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودہا کے شیخ الحدیث مولانا ظفر اللہ جھنگوی رحمہ اللہ [۶/مارچ]

......مفتی رشید احمد حقانی [کوئٹہ] کے والد مکرم شیخ الحدیث مولانا عبد القادر رحمہ اللہ [۲۷/فروری]

......حاجی غلام مصطفیٰ رحمہ اللہ اوڈھروال، چکوال [۱۱/مارچ]

......بنت حضرت بنوری رحمہ اللہ

......جناب محمد جواد صاحب [خرم سینیٹری سٹور، لاہور] کی والدہ محترمہؒ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم، چکوال

اجتماعی ذکر بالجہر سے متعلق ایک اہم فتویٰ

فتویٰ نمبر: ۱۴۳۵/۱۰۷

سوال:

ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب کچھ عرصہ سے ذکر جہر اجتماعی مراقبہ کی حالت میں کروا رہے ہیں۔سب سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، پھر کلمہ طیبہ لآ إله إلّا اللّٰہ سو مرتبہ، پھر إلّا اللّٰہ سو مرتبہ، پھر الله الله سو مرتبہ اور پھر الله ھو سو مرتبہ بلند آواز میں پڑھا جاتا ہے، آخر میں دعا کرتے ہیں اور کوئی میٹھی چیز ہو تو وہ بھی تقسیم کرتے ہیں۔اِس سب کا شمار وہ تسبیح پر کرتے ہیں۔

انہوں نے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے علمائے دیوبند کے مختلف علماء کے حوالے بھی دے رکھے ہیں حتیٰ کہ حضرت (مولانا) قاضی (مظہر حسین) صاحبؒ سے بھی منسوب کیے ہوئے ہیں۔براہِ مہربانی علماء دیوبند کا اِس کے متعلق عقیدہ صحیح بتائیں تا کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جائے۔

(المستفتی)......محمد فاروق ولد سخی محمد چتال

0333.5784937

الجواب ومنه الصدق والصواب

ذکر آہستہ اور آواز سے جائز اور درست ہے۔لیکن 'اہتمام اور تداعی' کے ساتھ اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرانا اور پھر اس میں مخصوص طریقے اور ہیت کے ساتھ ذکر کرنا سنت اور عمل صحابہؓ سے ثابت نہیں اور نہ ہی اکابر علماء دیوبند کا ایسا معمول تھا۔بغیر تداعی اور اعلان اور بغیر کسی اہتمام کے اتفاق سے کچھ لوگ اکٹھے ہو گئے اور اپنا اپنا ذکر کرتے ہیں، یہ بھی اجتماعی کی شکل ہے، لیکن حقیقت میں اجتماعی ذکر نہیں۔

(۱)......ارشاد خداوندی ہے:

"واذكر ربك فى نفسك تضرعًا و خفية و دون الجهر من القول بالغدو والاصال ولاتكن من الغافلين." [الاعراف:۲۰۵]

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص! اپنے رب کو یاد کر اپنے دل میں عاجزی

کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ، صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔[ترجمہ: حضرت تھانوی]

اِس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اِس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں!؟

(۲)......حضرت قاضی ثناءاللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت "ادعوا ربكم تضرعًا و خفية انه لا يحب المعتدين."[الاعراف:۵۵] کے تحت لکھتے ہیں:

"ثم أجمع العلماء على أن الذكر سرًا هو أفضل، والجهر بالذكر بدعة، إلا فى مواضع مخصوصة...... الحاجة فيها إلى الجهر كالأذان والإقامة و تكبيرات التشريق و تكبيرات التشريق و تكبيرات الانتقال فى الصلوٰة للإمام والشيخ للمقتدى إذا ثاب تائبة والتلبية فى الحج و نحو ذلك." [تفسیر مظہری:۵۵/۳]

تمام علماء کا اِس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر اُن مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے مثلاً اذان واقامت اور یا عید الاضحیٰ (عید قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایام حج میں لبیک لبیک بلند آواز سے کہنا وغیرہ۔

(۳)......مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ میں ہے:

''منع از ذکر جہر می کنند کہ بدعت است باآنکہ ذوق وشوق می بخشند۔''[دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب ۲۳۱]

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے شوق شوق پیدا ہوتا ہے۔لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اسے منع کرتے ہیں۔[بحوالہ حق چار یارؓ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء]

(۴)...... حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک جماعت کو دیکھا جو مسجد میں ذکر بالجہر اور درود شریف پڑھنے مشغول تھی آپ نے ان کو بدعتی قرار دیا اور مسجد سے نکال دیا۔

یہ واقعہ فقہ اور حدیث دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا فى مسجد يهللون و يصلون على النبى ﷺ جهرًا فراح إليهم و قال ماعهدوا ذلك على عهده عليه الصلوٰة والسلام وما أراكم إلا مبتدعين،

فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم من المسجد. "اه [حموی، بزازیہ، بحر، شامی]

اس واقعہ میں قوم کے جس عمل پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بدعت کا فتویٰ دے کر ممنوع قرار دیا تھا وہ ان کا بہ ہیت اجتماعی خاص مسجد میں جہر سے ذکر اور درود پڑھنا تھا۔ اور اس کو اس بناء پر ممنوع نہیں کہا تھا کہ وہاں کسی نائم (سونے والے) یا نمازی یا تلاوت کرنے والے کو اذیت پہنچنے کا خطرہ تھا یا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کے دلوں کی صفت ریا کا علم ہو گیا تھا، بلکہ ممانعت کی بنیاد اِس بات پر رکھی گئی تھی کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اس طرح ذکر کرنا معہود نہ تھا تو بدعت فی الدین ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی بنیاد پر فرما دیا گیا کہ ما أراكم إلا مبتدعين.

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اِس فتوے سے قائلین حرمت الجہر بالذکر کرنے پر استدلال کیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے بصورت دعویٰ یہ ذکر کیا ہے: ''فی فتاویٰ قاضیخان الجهر بالذكر حرام.'' اور اس کے بعد دلیل کے طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ انہوں نے ذکر کیا ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ مسجد میں ذکر بالجہر جن فقہاء کے نزدیک حرام ہے وہ خطرِ اذیت کی بناء نہیں بلکہ ابتداع اور احداث فی الدین کی وجہ سے حرام ہے۔ [فتاویٰ حقانیہ: ۹۸،۹۷/۲]

بہرحال تحقیق مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ ذکر بالجہر ذریعہ اذیت الی الغیر ہو یا وہ کسی ایسے طریقے سے ہو جو حضور ﷺ سے ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے تو ممنوع اور ناجائز ہوگا۔ چونکہ واقعہ مسئول عنہا میں بھی ذکر بالجہر غیر ثابت طریقہ سے ہے، اِس لیے لامحالہ بدعت کی حد میں داخل ہو کر ممنوع ہوگا۔ اِس عمل کی حالت اُس قوم کے عمل کی حالت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جس پر ابن مسعودؓ نے متبدعین کا حکم لگایا تھا۔ اِس بناء پر یہ بھی اس کی طرح بدعت ہو کر ممنوع قرار پائے گا۔

[فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۰/۲]

(۵)......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔

......یا مثلاً نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہوگا۔

[اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱۱۴،۱۱۳/۱]

(۶)......فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رفع الصوت بالذكر حرام وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد

یھللون ویصلون علی النبی ﷺ جھراً فراح الیھم وقال ماعھدوا ذلک علی عھدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وماأراکم الا مبتدعین فمازال یذکرذلک حتی اخرجھم من المسجد اھ [بزازیہ برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری: ۳۷۸/۶]

(ترجمہ) بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے حضرت ابن مسعودؓ سے بسند صحیح منقول ہے آپ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اور دورود شریف کا ورد کر رہے ہیں آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی میرا خیال ہے تم بدعت کر رہے ہو آپ بار بار یہی بات کہتے رہے یہاں تک ان کو مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہو گیا آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود وسلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا ہے بدعت ہے اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔

(۷)......حضرت مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مفتی عبدالستار صاحبؒ کے فرامین:

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کے فقہی مضامین میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے اس سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فرمان:

اور اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں نے اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کہ جو زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط وتفریط کا شائبہ تھا، اِس بناء پر منع کیا، نہ کہ نفس اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیت کو۔ اور اگر اس میں کوئی تخصیص ایسی کی جائے جو کہ محط انکار ہو سکتی ہے تو حلق ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہوگی۔ [مکتوبات جلد دوم]

حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر ہمارے ذکر کردہ مضمون کے موافق ہے اور اس کی تائید کرتی ہے۔ معارضہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے ہم نے جمع (بین الاحادیث) کی صورت کو لیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دونوں ہی نے اس جماعت میں جو بات مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط وتفریط کا شائبہ بھی تھا۔ وہ اجتماعی ذکر کرنے کا التزام تھا۔ یہی بات محط انکار ہے اور یہی وہ خاص کیفیت منکرہ ہے جس پر ممانعت محمول ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی میں ہے: فأمرھم أن یتفرقوا. (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا) اور یہ حکم اس لئے تھا کہ اُن کے ذکر میں تفرق ہو جائے ورنہ مسجد میں ہوتے ہوئے اُن کے تفرق ابدان سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ مجلس قائم رہتی۔ علاوہ ازیں ہم ممانعت کو مطلق بھی نہیں لیتے اور وہ مجالس جو تداعی کے بغیر ہوں اور

جن میں اجتماعی ذکر کا التزام نہ کیا گیا ہو اُن مجالس ذکر کو جائز سمجھتے ہیں اور صرف اُن مجالس ذکر کی تخصیص کرتے ہیں جن کے لئے تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محض انکار ہو سکتی ہے۔

تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محض انکار ہو سکتی ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تائید:

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر و تسبیح تہلیل ہی تھا مگر ان کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا، اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ تھی صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لیے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا، ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے، لیکن یہ اختیار نہیں ایک جدید اور نئی صورت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔

[کفایت المفتی:۱۲۱/۴]

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ (رحمہ اللہ) کے فتویٰ سے تائید:

خیر الفتاویٰ [۲/۲۰۸] میں مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا نفس اجتماعی ذکر پر نہ تھا۔ اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کی گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے، لیکن نفسِ ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے، یہ درست ہے۔ پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار پہلی اور دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔

[فقہی مضامین، از: مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب:۲۰۸]

(۸)......حضرت تھانویؒ کا فرمان:

اجتماع کے ساتھ ذکر اگر بلا التزام و بلا اعلان ہو مضائقہ نہیں اور بجز حافظ صاحب کے اور کوئی تیسرا بھی نہ ہو۔ [تربیت السالک:۹۲۵/۲]

دوسرے مقام پر فرمایا:

الجواب......آئندہ اندیشہ ضرور ہے۔ بطور خود جو چاہیں ذکر وشغل کریں یہ بھی ممکن ہے۔ اہتمام اجتماع کا بند کرنا چاہیے۔[تربیت السالک:۲/۸۱۷]

(۹)......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا تبصرہ:

اس ناکارہ کو معلوم نہیں کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ کے یہاں حلقہ کے ذکر کی کیا صورت ہے، لیکن اجتماعی ذکر میں تو بظاہر کوئی اشکال نہیں، ایک جگہ جمع ہو کے لوگ اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں۔ یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے، لیکن حلقہ کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔[تربیت السالکین:۶۱۰]

نوٹ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جو اجتماعی ذکر کی صورت بیان کی کہ ایک جگہ جمع ہو کے لوگ اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ وہی صورت ہے جو مفتی عبدالستار صاحبؒ کی تحریر میں ذکر ہوئی۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کا ایک خط اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے جواب سے اقتباسات:

حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں جماعت کے امیر صاحب نے اہتمام ذکر کی تجویز کی ہے اور تقریباً ۲۶/آدمیوں نے اس کے لیے نام پیش کیے ہیں، مغرب کے بعد لوگ ذکر کریں گے۔ ان کی تین جماعتیں بنا دی گئی ہیں، ۶/روز مرکز میں برابر ذکر ہوا کرے گا اور ساتویں روز اجتماع کا ہے، اس روز اخیر میں سب یکجائی ذکر کریں گے اور اس کی ذمہ داری اِس ناکارہ کے سر ڈالی ہے۔

اقتباس جواب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ:

دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہ مدد فرمائے۔ اور خدا کرے کہ آپ کے ہی ذریعہ یہ سلسلہ چلے۔ اس لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو مثلاً یہ ایک حلقہ میں سب کا ذکر نہ ہو، علیحدہ علیحدہ نشستیں تجویز کریں۔ اِس کو آپ خود ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو، مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں اس میں مضائقہ نہیں۔

(یہاں بھی ذکر کی تیسری صورت کی طرف اشارہ ہے جو خیر الفتاویٰ کے حوالے سے ذکر ہوئی کہ اجتماعی ذکر کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ سب آواز ملا کر اکٹھا ذکر کریں، دوسرا یہ کہ ایک ذکر کرائے باقی مل کر

کریں یہ دونوں بدعت کی صورتیں ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ سب ایک جگہ جمع ہوں لیکن ذکر اپنا اپنا کریں یہ بظاہر اجتماعی لیکن حقیقت میں انفرادی ذکر ہے۔)

مفتی صاحبؒ نے اسی مکتوب میں مزید لکھا کہ:

ان سب کے لیے احقر پریشان ہے کہ کیا کرے بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں۔

جواب حضرت شیخ الحدیثؒ: مناسب نہیں۔

مفتی صاحبؒ نے یہ بھی لکھا کہ: سوکلمہ درود شریف استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہوگا۔

جواب: جہر سے نہ ہو۔[تربیت السالکین:۱۵۶]

(۱۰)......حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کا مؤقف:

سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت قاضی صاحب (حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ) کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔اب (حالانکہ) حضرت صاحبؒ کی طرف اِس کی نسبت بہت بڑا دھوکہ ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی اِس کی تائید نہیں کی، بلکہ بھر پور تردید کی ہے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات اِس پر شاہد ہیں۔حضرت رحمہ اللہ علیہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

اکابر اہل سنت:

اکابر اہل سنت دیو بند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کہیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی مجالس کرائی ہیں۔

اپنی تحریر کے آخر میں فرمایا:

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرض علاج ہے خود جہر مقصود نہیں ہے۔بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں ان کو ترک کر چاہیے۔

[ماہنامہ حق چاریارؓ حضرت جہلمیؒ نمبر جولائی تا نومبر ۱۹۹۸]

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ایک دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

قادریہ کے نزدیک ذکرِ جہر بطور وظیفہ جائز ہے لیکن کسی کے نزدیک ضروری نہیں اور نہ ذکر جہر کو مسنون قرار دیتے ہیں ذکر جہر تو مبتدی کے لیے بطور علاج کے ہے کہ ایک طرف توجہ اور یکسوئی رہتی ہے اور چونکہ ذکر جہر میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں اس لئے اکابر مشائخ دیو بند حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے مروجہ مجالس ذکر منعقد نہیں کرائیں۔نہ ہی اپنے خلفاء

کو حکم دیا اور نہ ہی ان کے سلسلوں میں اجتماعی ذکر کا عمل پایا جاتا ہے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفاء سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجالس ذکر حضرت شیخ الحدیثؒ نے نہیں کرائیں۔

علاوہ ازیں یہ اصول تو موجود ہے کہ مستحب عمل میں تداعی (یعنی دوسروں کو بلا کر کرنے سے) بدعت بن جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''براہین قاطعہ'' میں میلاد مروجہ کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ کوئی عمل مندوب ومستحب بھی تداعی ہے بدعت بن جاتا ہے اور اگر عوام اس کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں تو وہ بھی بدعت بن جاتا ہے۔

اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا بھی خصوصی فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ:

ذکر مستحب ومندوب ہے، لیکن تداعی سے بدعت بن جاتا ہے۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔

اور ذکر اللہ کے بارے میں حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ:

ذکر اللہ اُس وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت ومعصیت کے پس جو ذکر مرکب بدعت ومعصیت سے ہوگا اس کی شرکت بھی ممنوع ہوگی اور منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے۔ وعظ و درس فرض ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے۔ [ایضاً، براہین قاطعہ: ۱۱۳]

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

رضوان المصطفیٰ عفا اللہ عنہ

جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال......۱۴۳۵/۹/۸ھ......۲۰۱۴/۷/۷ء

الجواب صحیح......جمیل الرحمٰن عفا اللہ عنہ

حافظ محمد شمس الدین خان طلحہ صفدری بن شیخ قارن مدظلہم قسط:۵

اِفاداتِ شیخین کریمین

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ......مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ

(۱۴) گستاخ رسول کے بارے میں:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرات فقہائے کرام نے جناب رسول اللہ ﷺ کی ادنیٰ توہین کو بھی موجب کفر قرار دیا ہے اور اس میں کسی قسم کی نرمی اور تساہل سے مطلقاً کام نہیں لیا۔'' [ازالۃ الریب:۴۳۸]

''ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے ادنیٰ ترین توہین اور تنقیص بھی حضرات فقہائے کرام کے نزدیک موجب کفر ہے۔ اور یہ کہ اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ اس شخص کو قتل کر دے۔'' [ازالۃ الریب:۴۴۱]

''قومی اسمبلی نے قانون پاس کیا کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا موت ہے۔ رسالت کا لفظ عام ہے تمام پیغمبروں کو شامل ہے۔ جس پیغمبر کی بھی توہین کرے گا۔ اس کو سزائے موت ہوگی۔ لیکن امریکہ بہادر اس بات پر مصر ہے کہ اِس قانون کو ختم کرو اور اپنے پیغمبر کی توہین کرنے کا ہمیں حق دو۔''
[ذخیرۃ الجنان:۲۰۸/۵]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اب ہماری حکومت نے توہین رسالت کا قانون نافذ کیا ہے تو عیسائیوں کو خوامخواہ تکلیف ہو رہی ہے۔ اور وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اِس قانون کو ختم کرو۔ اِس ضمن میں عیسائی مشنریاں پاکستانی عیسائیوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کو سمجھایا جاتا کہ اللہ کے کسی نبی کی توہین نہایت بدقسمتی کی بات ہے، مگر یہ لوگ قانون کو ہی ختم کرانے کے درپے ہیں کہ جو شخص چاہے نبی کی توہین کرتا پھرے اور اُس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ ہم حکومت کے عمائدین کو خبردار کرتے ہیں کہ اگر اِس قانون کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو ہمیشہ کے لیے خدا تعالیٰ کی لعنت برسے گی۔ اِس بات پر سارے علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ کے کسی بھی نبی ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم النبیین وغیرہم میں سے کسی کی توہین کے مرتکب کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ لہٰذا اِس قانون کو برقرار رہنا چاہیے، جو شخص اللہ کے نبیوں یا اُن کی ازواج مطہرات کی توہین کرتا ہے اُس کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ آخر اِس قانون کو کیوں تبدیل کیا جائے؟ جو ایسی

جسارت کرے گا وہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا۔'' [خطبات سواتی: ۶/۳۵۱]

''اب پاکستان میں توہین رسالت کا قانون پاس ہوا ہے تو عیسائیوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ یہ قانون اُن کے خلاف استعمال ہوگا۔ بھائی! تم کسی بھی نبی کی توہین نہ کرو تاکہ تم اِس قانون کی زد میں نہ آو۔ اُدھر امریکی وزیر نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ اگر سارے مسلمان عیسائی ہو جائیں تو پھر اِس قانون میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ کس قدر دیدہ دلیری اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔ مگر ہمارے صاحب اقتدار لوگوں نے منہ میں گھنگھنیاں ڈال رکھی ہیں، کسی نے امریکی وزیر کو جواب نہیں دیا کہ ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ مسلمان تو کسی بھی نبی کی توہین کو قابل تعزیر جرم قرار دیتے ہیں۔ یہ تو عیسائیوں کو سمجھانا چاہیے کہ وہ ایسی بات نہ کریں۔'' [خطبات سواتی: ۶/۱۸۷]

''پاکستان میں توہین رسالت کا قانون اسمبلی نے پاس کیا ہے مگر بیرونی آقاؤں کے اشارے پر اِس کو منسوخ کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اللہ کے نبی کی محبت تو مسلمانوں کی جان ہے، مسلمانوں کا اِس پر ایمان ہے، اللہ کے نبی کی توہین تو کفر ہے اور ناقابل برداشت ہے، یورپ والے اگر انسان ہیں اور عقلمند ہیں تو اُن کو سمجھانا چاہیے کہ ایسی بیوقوفی نہ کریں۔ برطانیہ کے شیطان رشدی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضور علیہ السلام اور ازواج مطہرات کی توہین کی ہے اور انگریز اُس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو ختم کر دینا چاہیے، کیونکہ یہ انسانیت کا دشمن ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی مذہب کے بزرگ کی بھی توہین نہیں ہونی چاہیے، آپ کسی مذہب کی دلیل کے ساتھ تردید کر سکتے ہیں مگر برا بھلا نہ کہو نہ کسی کی توہین کرو۔ اَب اگر کوئی اللہ کے نبی کو گالی دے (تو) مسلمان کیسے برداشت کریں گے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ سکھوں کے گورونانک کی توہین بھی روا نہیں ہے۔ رام چندر اور کرشن کی بھی توہین نہ کرو کہ وہ ہندوؤں کے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ دلیل کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہندومت مشرکانہ مذہب ہے مگر اُن کے بزرگوں کو برا بھلا کہنا روا نہیں ہے۔

اَب اگر مسلمان توہین رسالت کے قانون کو منسوخ کرنے کے خلاف آواز بلند کریں، احتجاج کریں تو وہ حق بجانب ہیں، ایسے قانون کو تو جاری رہنا چاہیے اور توہین کرنے والوں پر تعزیر لگنی چاہیے نہ کہ اُلٹا مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جائے۔ حقیقت میں دہشت گردی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے کسی نبی کی توہین کرے۔ مگر یورپ والے ایسے مجرموں کو پناہ دیتے ہیں اور اُن کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جس سے اسلام دشمنی واضح ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: لعن اللہ من أوی محدثا. جو کسی مجرم کو پناہ دے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اُس کو سزا ملنی چاہیے۔'' [ماہنامہ نصرۃ العلوم فروری ۲۰۱۴ء]

۱۲)......منکرین حدیث کے بارے میں:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''تمام اہل اسلام اِس اَمر پر متفق ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین اور اتباع تابعین نے پوری محنت اور مشقت خالص دینی جذبہ اور ولولہ، کامل خلوص اور للّٰہیت سے آنحضرت ﷺ کی احادیث کو اپنے سینوں میں اور سفینوں میں محفوظ رکھا ہے اور بے حد جرأت اور بہادری سے انہوں نے یہ امانت عظمی امت مرحومہ تک پہنچائی ہے۔'' [انکار حدیث کے نتائج: ۱۴۶]

''متعدد علمائے حق نے حدیث کے حجت ہونے اور نہ ہونے پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور اس باطل اور گمراہ کن نظریہ کی کہ ''حدیث حجت'' نہیں ہے، اچھی خاصی تردید کی ہے۔ اور معقول مبنی بر انصاف دلائل کے ساتھ حق اور اہل حق کی طرف سے مدافعت کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر دور میں باطل کے مقابلہ میں حق تعالی نے کچھ ایسے نفوس قدسیہ پیدا کیے ہیں جن کی علمی و عملی، اخلاقی وروحانی زندگی حق پسند لوگوں کے لیے مشعل راہ اور مخالفین کے باطل خیالات کے لیے سد سکندری بنتی رہی ہے۔ جن کے قلموں اور زبانوں نے تلواروں اور نیزوں کی طرح باطل پرستوں کے پیش کردہ دلائل کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔ اور قبائے باطل کے ایسے بخیے ادھیڑے ہیں کہ تمام رفوگر مل کر بھی ان کو جوڑنے سے رہے۔ سچ ہے: لکل فرعون موسی، علامہ اقبال کی زبانی

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک گر باطل بھی تو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

[انکار حدیث کے نتائج: ۲۹، ۳۰]

''مذہبی لحاظ سے سطح ارضی پر اگرچہ بے شمار فتنے رونما ہو چکے ہیں۔ اَب بھی موجود ہیں اور تا قیامت باقی رہیں گے۔ لیکن ''فتنہ انکار حدیث'' اپنی نوعیت کا واحد فتنہ ہے۔ باقی فتنوں سے تو شجرہ اسلام کے برگ و بار کو ہی نقصان پہنچتا ہے، لیکن اِس فتنہ سے شجرہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں اور اسلام کا کوئی بدیہی سے بدیہی مسئلہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

اِس عظیم فتنہ کے دست برد سے عقائد و اعمال، اخلاق و معاملات، معیشت و معاشرت اور دنیا و آخرت کا کوئی اہم مسئلہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حتی کہ اگر قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح بھی کچھ کی کچھ ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اِس فتنہ نے اِسلام کی بساط کہن اُلٹ کر رکھ دی ہے، جس سے اسلام کا نقشہ ہی بدل چکا ہے۔ سچ ہے ؎

ستم کیشی کو تیری کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا
اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

نزول وحی کے زمانہ سے لے کر تقریبا پہلی صدی تک صحیح احادیث کو بغیر کسی تفصیل کے متفقہ طور پر

حجت سمجھا جاتا تھا اور حسب مراتب عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات وغیرہا میں قرآن کریم کے بعد احادیث صحیحہ سے بلا چوں و چرا استدلال و احتجاج درست سمجھا جاتا اور احادیث کو دینی حیثیت سے پیش کیا جاتا تھا، حتی کہ بعض فتنہ گر اور خواہش زدہ فرقے ظاہر ہوئے جن میں پیش پیش معتزلہ تھے جن کا پیشواء اول واصل بن عطاء المتولد ۸۰ھ تھا۔ جن کے نزدیک دلائل و براہین کی مد میں ایک سب سے بڑا معیار و مقیاس عقل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے راحت قبر و عذاب قبر، حشر و نشر کے بعض حقائق، رویتِ باری تعالی، شفاعت، صراط و میزان اور جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کے بہت سے حقائق ثابتہ اور کیفیات کو اپنی عقل نارسا کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنی خام عقل کی ترازو سے تولنا چاہا اور راہِ راست سے بھٹک کر ورطۂ ضلالت میں اوندھے منہ گر پڑے اور اِس سلسلہ میں وارد شدہ تمام احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دے کر یوں گلوخلاصی کی ناکام اور بے جا سعی کی۔ اور جن کا آسانی سے انکار نہ کر سکے اُن کی نہایت ہی لچر اور رکیک تاویلات شروع کر دیں تا آنکہ بعض قرآنی حقائق اور نصوص قطعیہ بھی اُن کی دور از کار اور لاطائل تاویلات سے محفوظ نہ رہ سکے جو بزبان حال اُن کی اِس تحریف کی وجہ سے اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔'' [انکار حدیث کے نتائج: ۲۷، ۲۸]

''بدقسمتی سے آج ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے اور بایں ہمہ احادیث کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتا اور اُن سے گلوخلاصی کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ احادیث ظنی ہیں، کبھی کہتا ہے کہ وہ قرآن کریم سے متصادم ہیں، کبھی کہتا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہیں، کبھی کہتا ہے کہ احادیث دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہیں، کبھی کہتا ہے کہ یہ عجمیوں کی سازش ہے اور کبھی جعلی اور موضوع احادیث کو چن چن کر بلا وجہ درمیان میں لا کر اُن کی وجہ سے صحیح احادیث پر برستا ہے، کبھی اُن کے معانی میں کیڑے نکالتا ہے۔ الغرض مشہور ہے کہ خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بجا فرمایا کہ ہر زندیق اور منافق کا اُس علم کو باطل کرنے کے لیے جو اللہ تعالی نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا ہے یہ عمدہ ہتھیار ہے کہ وہ کبھی کہتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالی کے پیغمبروں نے ایسا فرمایا ہے؟ اور کبھی کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اِس سے اُن کی کیا مراد ہے؟ اور جب اُن کے قول اور اُس کے معنی کے علم ہی کی پیغمبر سے نفی ہو گئی اور علم اُن کی طرف سے حاصل نہ ہوا تو اِس کے بعد احادیث (حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کے معارضہ سے مامون ہر کر زندیق اور منافق جو چاہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے۔ کیونکہ اسلام کی سرحدیں اِن دو تیروں سے محفوظ تھیں۔ (ایک الفاظ حدیث اور دوسرا اُن کے معانی) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ: اور یہی طریقہ نفس نبوت میں عین طعن ہے، اگرچہ زبانی کلامی زندیق اور منافق حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی تعظیم و کمال کا اقرار بھی کرتا ہے۔ (محصلہ نقض المنطق: ۵۷) [شوق حدیث: ۱۰۷]

''بدقسمتی سے آج منکرین حدیث ایک دو تین ہی نہیں بلکہ حدیث کے مجموعہ ذخیرہ سے صراحۃ انکار بلکہ استہزاء کرتے ہیں اور نہ تو خود اُن کو اِس پر کوئی ندامت ہوتی ہے اور نہ اُن کے دوست واحباب ہی اُن سے تعلق منقطع کرتے ہیں۔ یہ یادر ہے کہ سنت سے ثابت شدہ کسی چیز کے ساتھ (گو اُس کا فقہی طور پر درجہ استحباب ہی کیوں نہ ہو) استہزاء وتمسخر کرنا موجب کفر ہے، حتیٰ کہ اگر کسی نے مونچھیں صاف کرائیں اور کسی نے استہزاء کیا تو کافر ہو جائے گا۔ حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مونچھوں کا کاٹنا اور صاف کرنا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہے سو اس کو برا سمجھنا باتفاق علماء کفر ہے۔ (شـرح الـفـقه الاکبر) اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین اور دین کی کسی چیز اور حدیث کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرنے سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔'' [شوق حدیث: ۱۷۷، ۱۷۸]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''چکڑالوی اور پرویز جیسے منکرین حدیث ہر چیز کا ثبوت قرآن پاک سے طلب کرتے ہیں، حالانکہ اُن کا یہ مطالبہ سراسر باطل ہے، کیونکہ شریعت مطہرہ کا ماخذ صرف قرآن نہیں بلکہ فقہائے کرام نے اِس کے چار ماخذ بیان کیے ہیں۔۔۔ یعنی قرآن، سنت، اجماع، اور قیاس، پانچ نمازوں کے متعلق قرآن پاک سے صرف اشارات ملتے ہیں جب کہ مکمل تصریح سنت رسول سے حاصل ہوتی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن میں پانچ نمازوں کی صراحت موجود نہیں ہے، قابل قبول نظریہ نہیں ہے۔ بہرحال شریعت کا کوئی مسئلہ اِن چاروں ماخذوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت ہو جائے تو وہ ہمارے لیے حجت ہوگا۔ اگر کوئی چیز اِن ماخذوں میں سے کسی ایک سے بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی تو پھر وہ خلاف دین سمجھی جائے گی۔ جو چیز قرآن پاک سے صراحتا ثابت ہو وہ تو بہرصورت قابل قبول ہے۔ اور اگر کوئی چیز قرآن سے صراحتا ثابت نہیں ہوتی مگر حضور علیہ السلام کے قول یا عمل سے ثابت ہوتی ہے تو وہ بھی دین کا جزو ہے۔ اگر کوئی مسئلہ سنت سے بھی پوری طرح واضح نہیں ہوتا مگر اس پر صحابہ کا اتفاق ہے تو بھی ہمارے لیے عین دین ہے۔ اگر کوئی چیز اِن تینوں ذرائع سے پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اجتہاد کا قانون بتلا دیا ہے، اس قانون کے مطابق ائمہ مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں اور مطلوبہ مسئلہ کا حل قرآن وسنت سے استنباط کر کے پیش کر دیتے ہیں۔ اور ایسا حل بھی امت کے لیے ایسا ہی قابل قبول اور حجت ہے جیسے پہلے تین ذرائع سے حل ہونے والے مسائل۔ بہرحال یہ سارے ماخذ شریعت کی دلیل ہیں اس کے باوجود اگر کوئی پانچوں نمازوں کا ثبوت صرف قرآن پاک سے طلب کرے تو اس کا یہ مطالبہ ہی غلط ہے۔ اگرچہ صلوت خمسہ کے اشارات قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔'' [تفسیر معالم العرفان: ۶/۲۲۶]

''سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۴ کے تحت فرماتے ہیں: ''فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کی طرف آؤ اور دوسری یہ کہ **والی الرسول** رسول کی طرف آؤ۔۔۔۔رسول کی وضاحت کے بغیر قرآن پر من وعن عمل کرنا تمہارے لیے ممکن نہیں ہے، لہٰذا تم پہلے قرآن کو تسلیم کرو اور پھر اس کی تشریح حامل قرآن سے پوچھو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز رسول کے فرائضِ منصبی میں شامل کر دی ہے: لتبین للناس ما نزل الیھم۔(نحل) آپ لوگوں کے سامنے نازل شدہ چیز کو واضح طور پر بیان کر دیں۔۔۔اب یہ بات واضح ہو چکی کہ رسول کی اطاعت بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت، کیونکہ رسول کی تشریح کے بغیر احکام الٰہی کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا مشکل ہے۔ اور رسول کی اطاعت کے لیے رسول کی حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اب جو کوئی حدیث کا انکار کرتا ہے وہ دماغ کے فتور میں مبتلا ہے۔ ایسا شخص منکر حدیث ہی نہیں، منکر قرآن بھی ہے۔ پرویزی، چکڑالوی وغیرہم کا اِنکارِ حدیث سے مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ آپ کے صحابہ کرام اور ائمہ دین کی بیان کردہ تشریح کو قرآن سے الگ کر دیا جائے اور ان کی جگہ اپنی من مانی توضیح کو رائج کر دیا جائے۔ اِس مذموم مقصد کے تحت پرویز نے اللہ کا معنی قانون کیا ہے۔ گویا اللہ کی اطاعت سے مراد قانون کی اطاعت ہے۔ یہ تو کفر والحاد ہے جو اُس کے دماغ میں بھرا ہوا ہے۔ اللہ کا معنی اگر قانون کیا جائے تو پھر اللہ کی ذات کہاں گئی؟ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی یہ تصور رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک ذات ہے، اُس کا وجود، اُس کی صفات ہیں۔۔۔۔بہرحال یہ حدیث کے اِنکار کی وجہ ہے کہ ذات خداوندی کا تصور بھی مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ خود ساختہ معنوں کو رواج دینے کے لیے لغات قرآن کے نام سے خود ساختہ لغت بھی بنا دی ہے، تاکہ اپنی مرضی سے کانٹ چھانٹ کر جو معنیٰ اپنی دماغ اختراع کے مطابق ہوا اُسے لغت میں لکھ دیا جائے اور پھر اُسے قرآن پاک پر چسپاں کر دیا جائے، یہاں پر قرآن اور حدیث کی طرف دعوت دی گئی ہے۔[مفسر قرآن نمبر:۵۰۱]

''قرآن پاک متن ہے، حضور علیہ السلام کی حدیث اُس کی شرح ہے، یہ قرآن کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے۔ امام شافعیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ہر صحیح حدیث قرآن پاک کی شرح ہے۔ صحیح احادیث کے بغیر قرآن پاک کو سمجھنا ممکن نہیں۔ پرویزی (مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز) اور (منکر حدیث عبداللہ) چکڑالوی محض اِس لیے حدیث کا انکار کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی من مانی تفسیریں کرسکیں۔ اِس طرح (من مانی تفسیریں) کرنا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے۔ کیونکہ احادیث کے بغیر انسان قرآن کی منزل کو نہیں پاسکتا۔[معالم العرفان:۱۹۱/۳] (جاری ہے۔۔۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی، چکوال

فتح مبین کی ادنی جھلک

ہمارے ہاں ''اہم خبر'' جلد سے جلد پہنچانے کا رجحان تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ میڈیا کی غیر محسوس تربیت ہے یا ذرائع ابلاغ کی فراوانی کسی بھی سنی جانے والی خبر کو بِنا تصدیق و تفصیل کے آناً فاناً جنگل میں آگ کی مثل پھیلا دیا جاتا ہے۔ خبر چلانے والے اولین فرد کو تو بہر حال موبائل پیغام لکھنا پڑتا ہے جس کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے جب کہ وہ بندگان خدا جن تک یہ پیغام پہنچا ہے وہ بِنا ضیاعِ وقت اسے **all mark** کر کے آگے بھیج دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایسا عموماً کسی حادثاتی یا صدماتی نوعیت کے واقعہ کے بعد ہوتا ہے جس سنتے ہی بسا اوقات شدید پریشانی لاحق ہوتی ہے اور جب تک تفصیلات سے واقفیت نہیں ہو جاتی کسی پل چین نصیب نہیں ہوتا۔

یکم فروری ۲۰۱۶ء کی شب قریباً ۱۱:۳۰ پر ایک ایسا ہی ایک میسج ہمارے موبائل کی سکرین پر نمودار ہوا جس کے اِختصار نے تو گویا سینے میں خنجر گھونپ دیا، اَلفاظ کی زہرناکی ملاحظہ کیجیے:

''حضرت سومرو صاحب پر قاتلانہ حملہ۔۔۔!!''

کتنی دیر تو سمجھ ہی نہ آیا کہ کیسے اور کس حوصلہ کے ساتھ تفصیلات معلوم کی جائیں....؟ بالآخر حضرت شیخ حفظہ اللہ کے معتمد خاص اور جامعہ حسینیہ مظہریہ کے استاذِ حدیث حضرت مولانا غلام حسین صاحب مدظلہ سے رابطہ ہوا، چنانچہ اِجمالی معلومات اور اِس خبر سے راحت نصیب ہوئی کہ الحمد اللہ حضرت مدظلہ خیریت سے ہیں۔ اور اگلے کئی دن احباب کو اس سانحہ کی تفصیلات بتاتے گزرے۔

خدا کرے ''بریکنگ نیوز'' کے دِلدادہ افراد ہماری اِن سطور سے کچھ اَخذ کر سکیں اور کوئی بھی میسج چلاتے وقت الفاظ کے چناؤ اور ان کے پڑھنے والے پر صدماتی اثرات کو ملحوظِ خاطر رکھ سکیں۔

محترم قارئین!

حضرت الشیخ دامت برکاتہم کو پیش آنے والے واقعہ اور اس کے بعد تفصیلات سے قبل صلح حدیبیہ اور اس کے اثرات و نتائج پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ تبرک کے ساتھ ساتھ میرے مدعیٰ کی وضاحت بھی بآسانی ممکن ہو سکے۔

''آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیان فرمایا، گو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثروں کا خیال اِس طرف گیا کہ اِمسال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قصد بھی عمرہ کا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ہمراہ لے کر بغرضِ عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور ''ہدی'' بھی آپ کے ساتھ تھی، یہ خبر مکہ میں پہنچی تو قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ نہ آنے دیں گے، حالانکہ اُن کے ہاں حج وعمرہ سے دشمن کو بھی نہیں روکا جاتا تھا۔ بر حال ''حدیبیہ'' پہنچ کر جو مکہ سے قریب ہے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:'' حبسها حابس الفيل ''. اور فرمایا: خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے میں منظور کروں گا۔

آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں قیام کیا، (اُسی مقام کو آجکل شمسیہ کہتے ہیں۔) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہم کو آنے دو، عمرہ کر کے چلے جائیں گے۔ جب اِس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہی پیام دے کر بھیجا اور بعض مسلمان مرد وعورت جو مکہ میں مغلوب ومظلوم تھے اُن کو بشارت پہنچائی کہ اَب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائیگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش نے روک لیا، ان کی واپسی میں دیر لگی، یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی شہید کر دیے گئے ہیں، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جب قریش نے یہ خبر سنی تو ڈر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھیج دیا، پھر مکہ کے چند رؤساء بغرض صلح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا، اِس سلسلہ میں بعض اُمور پر بحث وتکرار بھی ہوئی اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے، لیکن آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم نے مکہ والوں کے اِصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمالیں اور مسلمانوں نے بھی بے انتہاء ضبط وتحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تیار ہوگیا جس میں ایک شرط کفار کی طرف سے یہ بھی تھی کہ آپ اِس سال واپس چلے جایئے اور آئندہ سال غیر مسلح آکر عمرہ کر لیجئے۔ اور یہ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہوگی، اِس مدت میں جو مرد ہمارے ہاں سے تمہارے پاس جائے اسے آپ اپنے پاس نہ رکھیں اور جو تمہارا آدمی ہمارے پاس آئے گا ہم وہ واپس نہ کریں گے۔ صلح نامہ کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ ہی میں ہدی کا جانور ذبح کیا اور حلق وقصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، راستہ ہی میں

یہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور یہ سب واقعہ اواخر ۶ھ میں پیش آیا۔ ''حدیبیہ'' سے واپس تشریف لا کر اوائل ۷ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ''خیبر'' فتح کیا جو مدینہ سے شمال جانب پر چار منزل پر شام کی جانب یہود کا ایک شہر تھا۔ اِس حملے میں کوئی شخص ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علاوہ شریک نہ تھا جو ''حدیبیہ'' میں آپ کے ہمراہ تھے۔ آئندہ سال یعنی ذیقعدہ ۷ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حسب معاہدہ عمرۃ القضاۃ کے لیے تشریف لے گئے اور امن وامان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا۔ عہد نامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی قریش نے نقض عہد کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور رمضان ۸ھ میں اس کو فتح کر لیا۔

''حدیبیہ'' کی صلح بظاہر ذلت اور مغلوبیت کی صلح نظر آتی تھی اور شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں ہی یہ محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون ومضطرب تھے، وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداران کی جمعیت کیا چیز ہے کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اُن احوال ونتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں او جھل تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لیے کھول دیا تھا، آپ بے مثال استغناء اور توکل وتحمل کے ساتھ اُن کی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو اللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم کہہ کر تسلی دیتے رہے، یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے تا آنکہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام ''فتح مبین'' رکھا، لوگ اِس پر تعجب کرتے تھے کہ: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا: ہاں! بہت بڑی فتح ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو ودرگزر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعا برفروختہ نہ ہونا، یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد اور رحمت کے استجلاب کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے، گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی۔ لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فتح مبین رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لیے بھی آپ کے حق میں بیشمار فتوحات ظاہری وباطنی کا دروازہ کھولتی ہے اس صلح کے کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار ملسمانوں کی زبان سے

اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال واطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ حدیبیہ سے فتح مکہ تک تقریبا دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ حضرت خالد بن الولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما جیسے نامور صحابہ اسی دوران مسلمان ہوئے۔ یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی۔ اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی کہ مکہ معظّمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لیے شرک کی گندگی سے پاک دینا بالکل آسان ہو گیا۔ حدیبیہ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانثار تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظّمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمرکاب تھے سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لیے صلح حدیبیہ بطور پر اساس اور بنیاد اور زریں دیباچہ تھی اور اس تحمل وتوکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی جن علوم ومعارف قدسیہ اور باطنی مقامات ومراتب کا فتح یاب ہوگا اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ [تفسیر عثمانی، سورۃ الفتح، ص:۵۰۱ تا ۵۰۳]

محترم قارئین!

صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ کی شرائط قبول کر کے عمرہ کیے بغیر واپس مکہ کی شرائط قبول کر کے عمرہ کیے بغیر واپس لوٹنا بادی النظر میں شکست لگ رہی تھی لیکن قرآن کریم میں اسے ''فتح مبین'' سے تعبیر کیا گیا اور بالاخر ہوا بھی ایسا ہی۔ حضرت مرشدی زید مجدہم کے ساتھ پیش آنے والا سانحہ اور اس کی تفصیلات کی ادنیٰ سی مشابہت صلح حدیبیہ جسے فتح مبین فرمایا گیا کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ فلله الحمد

حقیقت حال ملاحظہ کیجئے:

سندھ کے دیہی علاقے تا حال شدید جہالت کی لپیٹ میں ہیں جس کا عمومی فائدہ دو لوگ اٹھا رہے ہیں: [۱] جاگیردار۔...... [۲] نام نہاد پیر......اول الذکر اُن سادہ لوح غرباء کو اپنی جاگیر اور سیاسی قوت کے اِضافے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ثانی الذکر اُن بے کسوں کو پیری مریدی کے جمال میں پھانس کر گمراہ کرتے اور مال بٹورتے ہیں۔ ایسے حالات میں حضرت الشیخ مدظلہ العالی نے مدرسہ وخانقاہ سے نکل کر دیہی علاقوں میں بیانات اور کمال شفقت سے حالات کی کایا پلٹ رہے ہیں، شرک وبدعات سے بیزاری پیدا ہو رہی ہے اور خلق خدا اپنے عقائد کی درستگی کے ساتھ اعمال صالحہ کی دولت سے بہرہ ور ہو رہی ہے، پیرانِ عیّار کی گرفت کمزور ہو رہی ہے اور سادہ لوح سندھی صراطِ مستقیم سے آشنا ہو رہے ہیں۔ اِسی تناظر میں حضرت اقدس مدظلہ یکم فروری ۲۰۱۶ء کی شام قریبی قصبہ ''چندہ شاری'' پہنچے، نماز مغرب کے بعد بیان ہوا اور رات نو (۹) کے لگ بھگ واپسی ہوئی۔ یہ قصبہ اور اِس کے اَطراف کی آبادی میں ''لاشاری'' قبیلہ کے بعض اَفراد

حضرت شیخ مدظلہ العالی کی آمد اور بیان سے سخت نالاں تھے، چنانچہ اُنہوں نے گھات لگا کر فائر کھول دیئے، اللہ کی شان دیکھیے کہ میں نے موقع پر جا کر گاڑی اور حملہ آوار افراد کے کھڑے ہونے کی جگہ دیکھی ہے، چند فٹ کے فاصلے سے فائر کیے گئے لیکن حضرت شیخ مدظلہ تو دُور گاڑی تک کو خراش نہ آئی۔[1]

واقعہ کا علم ہوتے ہی علاقہ بھر سے احباب جمع ہوگئے، غم وغصہ عروج پر تھا اور بدلہ کا جنون اور چڑھ کر بول رہا تاہم حضرت مدظلہ نے سب کو صبر وحوصلہ کی تلقین فرمائی پولیس انتظامیہ سیاسی لوگ سبھی اکٹھے ہوئے، کھوجیوں نے کمالِ مہارت سے سراغ لگایا اور نہ صرف بستی بلکہ حملہ آوروں کے دروازہ تک جا پہنچے، جنہوں نے اولاً اسے ڈاکہ کا نام دیا، لیکن حالات وواقعات اِسے کوئی اور رخ دے رہے تھے، پولیس حضرت کی جانب سے اشارہ کی منتظر تھی اور جانثار کچھ بھی کر گزرنے کے لیے بے چین، لیکن اچانک لاشاریوں کی جانب سے حملہ آور کی والدہ اور دیگر گھر کے افراد آن پہنچے اور حضرت شیخ دامت برکاتہم نے معافی کا اعلان فرمادیا۔ یاد رہے کہ اِس سے قبل بھی حضرت نے حملہ آوروں کو معاف کردیا تھا، اُس واقعہ میں تو آپ زخمی بھی ہوئے تھے۔

اِسی دوران ۱۳ فروری راقم سندھ حاضر ہوا، حالات کے قریبی جائزہ سے علم میں آیا کہ پولیس اَب بھی کاروائی چاہتی ہے اور خدام کے خون کی گرمی میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

۱۵ فروری کو حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا کہ حملہ آور لاشاریوں نے آج شام ہماری دعوت رکھی ہے، اور بیان بھی ہونا ہے، یہ صورت حال دلچسپ بھی تھی اور حیرت انگیز بھی، استاذِ محترم حضرت مولانا قاری جمیل الرحمٰن صاحب مدظلہم بھی اتفاق سے وہیں تھے، چنانچہ ہم عصر کے بعد چند گاڑیوں کے مختصر قافلے کے ساتھ چندن لاشاری روانہ ہوگئے۔

سندھ کے دیہی ماحول کی شام میں جب ہلکی ہلکی ہوا چل رہی ہوتی ہے بڑی مسحور کن ہوا کرتی ہے، اندھیرے گہرے ہونے لگتے ہیں اور کشادہ کھیت وکھلیان میں پھیلی چاندنی عجب اٹھکیلیاں کرتی ہے، اِردگرد

---

[1] واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ تین حملہ آوروں میں سے ایک سڑک کے دائیں جانب، دوسرا بائیں جانب اور تیسرا سامنے کھڑا تھا، حضرت شیخ مدظلہم فرماتے ہیں کہ ہمیں دیکھتے ہی سامنے والے نے رائفل تانی اور میرے سینے کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا، میں نے یہ صورتحال دیکھتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ پہلی مرتبہ ٹریگر دبانے سے فائر نہ ہوسکا۔ حملہ آور نے دوبارہ ٹریگر دبایا تو اُس کی رائفل گولیاں اُگلنے لگی، مگر اتنی دیر میں ڈرائیور انتہائی پھرتی سے گاڑی کو سائیڈ پر کر چکا تھا، اِس لیے گولیوں کا برسٹ گاڑی کی سائیڈ سے نکل گیا۔ اور پھر ڈرائیور نے گاڑی بھگا دی۔

[خادم، حمزہ]

کے سحر میں کھویا تھا کہ گاڑیاں چندن لاشاری پہنچ گئیں، قبیلہ کے بچے بوڑھے جوان سبھی استقبال کے لیے موجود تھے، چہروں پر ہلکا سا احساس ندامت تھا لیکن سرشاری زیادہ تھی گویا گوہر نایاب ہاتھ آ گیا ہو۔

نماز مغرب کے بعد حضرت استاذِ محترم مدظلہ کا بیان ہوا اور حضرت شیخ مدظلہ نے دعا فرمائی۔ کھانے کی پر تکلف دعوت تھی، انواع واقسام کے کھانے تیار کیے گئے تھے۔ ہر فرد پیش پیش تھا، حملہ آور کا بھائی جو اِس علاقہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا، خدمت میں پیش پیش تھا۔

دعوت کے بعد حضرت شیخ مدظلہ قبیلہ کے لوگوں میں گھل مل گئے۔ اصرار کیا گیا کہ ہمیں اِس علاقہ کے لیے کوئی مدرس دیں جو ہمارے بچوں کو پڑھائے اور آپ ہماری سرپرستی فرمائیں۔

سندھی لوگ چند افراد کے مل بیٹھ کر گپ شپ کو ''کچہری'' کہتے ہیں۔ لاشاریوں کی حضرت شیخ مدظلہ کے ساتھ کچہری جاری تھی کہ میں اپنے مرحوم دوست حاجی عبدالجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی (جو حضرت شیخ مدظلہ کے بھانجے اور سابق ایم پی اے ہیں) حاجی عبدالقادر کے ساتھ چاندنی رات کی چاندنی میں ایک کھیت کی پگڈنڈی پر بیٹھا اِس سارے قضیہ سے وابستہ گتھیاں سلجھا رہا تھا۔

کوئی علاقائی جہالت اور رسوم ورواج مٹانے یوں بھی تن تنہا نکلا کرتا ہے......؟

ہمیشہ ہدایت کے مقابل گمراہی ہتھیار اٹھا لیتی ہے......؟

گولیاں چند فٹ کے فاصلے سے بنا چھوئے کیسے گزر سکتی ہیں......؟

بدلے کی طاقت کے باوجود معاف کر دینا کیسے ممکن ہو جاتا ہے......؟

خون کے پیاسوں کو چند دن بعد ہی سینے سے لگا لینے کے لیے کتنا بڑا ظرف درکار ہے......؟

قاتلانہ حملہ پورے قبیلہ کی ہدایت کا ذریعہ کیسے بن سکتا ہے......؟

صلح اور معافی دلوں پر حکمرانی کا باعث بھی ہو سکتی ہے......؟

سوالات تو بہت ہیں اور قضیہ سے وابستہ جزئیات میں بے شمار لائق تقلید پہلو بھی۔ ہمیں امید ہے ہمارے قارئین بالخصوص صاحبانِ منبر اور دینی اداروں، جماعتوں سے وابستہ اربابِ اختیار اَن کہی باتوں تک ضرور پہنچ جائیں گے۔

بات پوری نہیں کہی میں نے کہ وہ طرار لے اڑا مطلب

[داغ]

☆......☆......☆......☆

بہ سلسلہ زبیر علی زئی کا تعاقب مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت

قسط ۵

زبیر علی زئی:

ا: پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ (اہل حدیث) کا حوالہ۔

خطبات بہاول پوری کے ہمارے نسخے میں یہ حوالہ جلد نمبر ا ص ۳۲۶ (خطبہ نمبر ۱۳) میں ہے اور اگلے صفحے پر[۲۸۶] حافظ عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ کا درج ذیل فرمان لکھا ہوا ہے:

''اب وحدۃ الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے[۲۸۷] آپ سب کچھ نہ کچھ سکول کی تعلیم رکھتے ہیں۔ یہ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے اور[۲۸۸] ہمہ اوست کا عقیدہ یہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ......[۲۸۹] اور یہ خالصتاً کفر ہے۔ ایسا گندہ عقیدہ ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔'' (خطبات بہاولپوری ج اص ۳۲۷)

ثابت ہوا کہ حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کے عقیدے کو خالصتاً کفر اور گندا عقیدہ قرار دیا ہے،[۲۹۰] لہٰذا اہل حدیث اس عقیدے سے بری ہیں۔[۲۹۱]

آلِ دیوبند جس باطل اور گندے عقیدے کو اہلِ حدیث کے ذمہ ''مڑھنا'' چاہتے ہیں،[۲۹۲] اس عقیدے کا کفریہ ہونا خود رب نواز کی مذکورہ کتاب سے ثابت ہو گیا۔[۲۹۳]

الجواب:

۲۸۶ علی زئی صاحب نے یہاں چالاکی سے کام لیا۔ اُن کی عبارت ''اگلے صفحہ پر...'' سے یہ تاثر ملتا ہے کہ بندہ نے پروفیسر عبداللہ بہاول پوری کے وحدۃ الوجودی ہونے کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جب کہ اگلے صفحہ پر اس کے خلاف ہے۔ حالانکہ بندہ نے اُن کے وحدۃ الوجودی ہونے یا نہ ہونے پر کچھ بھی نہیں لکھا تھا، صرف اُن کے خطبات سے میاں نذیر حسین دہلوی اور اُن کے شاگردوں کے وحدۃ الوجودی ہونے کو نقل کیا تھا۔ اِس لیے میاں صاحب اور شاگردانِ میاں کے دفاع کا اُنہیں حق تھا مگر پروفیسر صاحب کے دفاع کی کوئی ضرورت نہیں تھی، علی زئی صاحب نے خوامخواہ تکلف کیا ہے۔ علی زئی صاحب نے اَب چونکہ پروفیسر صاحب کا حوالہ نقل کر دیا ہے تو ہم بھی اِس پر کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ آنے والے حواشی ملاحظہ ہوں۔

۲۸۷ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ وحدۃ الوجود صوفیوں کا بنیادی کا عقیدہ ہے۔ اگلی بات ہم عرض کرتے ہیں کہ آلِ غیر مقلدیت کو اِصرار ہے کہ صوفیاء کرام عامل بالحدیث، اہلِ حق اور اہلِ حدیث یا غیر مقلد تھے۔

حوالہ جات ہم نے اپنے رسالہ ''مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت'' میں تحریر کر دیئے ہیں، دیکھئے مجلّہ صفدر شمارہ ۱۱ صفحہ ۱۰۔ یہ بات تو تاریخ دان جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کا غزنوی اور لکھوی خاندان صوفی خاندان ہے۔

اور عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''اہل حدیث کے چار مراکز'' میں چوتھا مرکز روحانی ر صوفیاء کا بتایا ہے اور اس کے تحت عبد اللہ غزنوی، غلام رسول قلعوی، ابراہیم آروی، رفیع الدین شکرانوی، قاضی طلاء محمد خان پشاوری، عبد الرحمٰن لکھوی، عبد المنان وزیر آبادی، غلام نبی الربانی سوہدری وغیرھم صوفیاء کا ذکر خیر کیا ہے۔ دیکھئے اہل حدیث کے چار مراکز: ۲۵۷تا۲۹۶۔

ابو الاشبال شاغف صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ترکِ تقلید صوفیوں کا مسلمہ اصول ہے۔'' [مقالاتِ شاغف: ۲۶۵]

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ہر صوفی کتاب وسنت کا پابند اور تارکِ تقلید ہے۔ [التاج المکلل: ۳۲۷]

غیر مقلدین کے بقول جب وحدۃ الوجود صوفیاء کا بنیادی عقیدہ ہے تو اُنہیں اپنے مذہب کے صوفیوں کو وحدۃ الوجودی ماننا پڑے گا۔ اِسی طرح جب اُن کی تصریحات کے مطابق صوفیاء سب کے سب غیر مقلد ہیں تو وحدۃ الوجود کے قائل تمام صوفیاء غیر مقلدین کے بزرگ ہوئے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت ہوا۔

۲۸۸ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے ... مطلب ہر جگہ اللہ کو حاضر ماننا پروفیسر صاحب کے نزدیک وحدۃ الوجود کا عقیدہ ہے۔ مگر یہ بھی معلوم رہے کہ خود پروفیسر صاحب اللہ کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

''اللہ زندہ ہے، اللہ سنتا ہے، اللہ حاضر ہے، اللہ دیکھتا ہے۔'' [خطبات بہاول پوری: ۵/۱۷۰]

مزید فرماتے ہیں:

''میں جو بات کہہ رہا ہوں اِس میں مَیں اللہ کو گواہ کرتا ہوں جو حاضر وناظر ہے۔''

[خطبات بہاول پوری: ۵/۱۹۵]

علی زئی صاحب نے ''اللہ ہر جگہ ہے'' کے متعلق صالح بن فوزان کی زبانی لکھا ہے کہ:

''یہ جہمیہ اور حلولیہ کا عقیدہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔'' [علمی مقالات ۴/۹۶]

کسی شخص نے اللہ کے بارے میں کہا ''کرنے والا اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔'' علی زئی صاحب نے اسے نقل کیا پھر اسے وحدۃ الوجود قرار دیتے ہوئے یوں تبصرہ کیا:

''اللہ کی قسم! وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والے وجودیوں کی ایسی عبارات نقل کرنے سے دل ڈرتا اور قلم کانپتا ہے۔'' [توضیح الاحکام: ۵۹/۱]

اس تبصرہ کے بعد پروفیسر صاحب کا کلام پڑھیے۔ وہ کہتے ہیں:

''دیکھو کرنا، کروانا جو کچھ ہے وہ اللہ ہی نے ہے۔'' [خطبات بہاول پوری: ۳۵۶/۴]

۲۸۹ علی زئی صاحب نے نقطے لگا کر جس عبارت کو چھپایا ہے ہم اسے یہاں درج کرتے ہیں۔

''ہمارا ہر شاعر جو ہے وہ اس کا شکار ہے اور جتنے سکولوں سے پڑھ کر آتے ہیں اور جتنے یہ مولویوں کے چکروں سے نکلتے ہیں سب کے سب اس کے کسی نہ کسی حد تک شکار ہوتے ہیں۔''

اس عبارت میں پروفیسر صاحب نے اقرار کیا ہے کہ ہمارا یعنی غیر مقلدوں کا ہر شاعر وحدۃ الوجود کا شکار ہے۔ چونکہ یہ عبارت غیر مقلدین کے وحدۃ الوجودی ہونے کو ظاہر کر رہی تھی، اِس لیے علی زئی صاحب نے اِس کے حذف کر دینے کو پسند کیا ہے۔

۲۹۰ عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلد کی کتاب ''توحید الرحمٰن'' کے ایک حوالہ کا جواب دیتے ہوئے علی زئی صاحب نے لکھا:

''روپڑی صاحب کو اِس کی تصویب (تصحیح) وتسوید کا موقع نہ مل سکا... لہٰذا روپڑی صاحب اِس کتاب کے ذمہ دار نہیں۔'' [علمی مقالات ۴۶۳/۶]

عرض ہے جب علی زئی صاحب کے نزدیک صاحبِ کتاب کی طرف سے کتاب کی ''تصویب (تصحیح) وتسوید'' ضروری ہے تو خطبات بہاول پوری سے استدلال کا حق انہیں تب ہو سکتا ہے جب وہ بہاول پوری صاحب کی طرف سے اُس پر ''تصویب (تصحیح) وتسوید'' ثابت کر دیں۔ اِس لیے سب سے پہلے اُن کی طرف سے ''تصویب (تصحیح) وتسوید'' ثابت کی جائے۔

۲۹۱ اول: علی زئی صاحب اپنے اُصول کے مطابق خطبات بہاول پوری کے حوالہ کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے جیسا کہ ہم حاشیہ ۲۹۰ میں عرض کر آئے ہیں۔

دوم: اگر بہاول پوری صاحب وحدۃ الوجود کے مخالف ثابت ہو بھی جائیں تو اِس سے یہ لازم کیسے آئے گا کہ تمام غیر مقلدین وحدۃ الوجود کے مخالف ہیں؟ اگر صرف ان کی عبارت کو تمام آلِ غیر مقلدیت کا عقیدہ قرار دینا ہے تو سنئے! جس صفحہ سے علی زئی صاحب نے عبارت نقل کی ہے اسی صفحہ میں پروفیسر صاحب نے کھلے لفظوں میں کہا ہے کہ:

''اہل حدیث عالموں کو آپ کبھی ٹوہ کر دیکھیں آپ حیران ہوں گے، اللہ کے بارے میں عقیدہ صحیح نہیں ہے۔'' [خطبات بہاول پوری: ۳۲۷/۱]

کیا علی زئی صاحب کی اس عبارت پہ نگاہ نہیں پڑی تھی؟ اس عبارت کو مدار بنا کر اپنے اہل حدیثوں کو بدعقیدہ قرار کیوں نہیں دیا؟ اہل حدیثوں کے بدعقیدہ ہونے کا اقرار پروفیسر صاحب کر رہے ہیں یا یہ عبارت کسی دیوبندی کی ہے کہ اس نے بدعقیدہ ہونے کو غیر مقلدین کے ذمے مڑھ دیا ہے؟

نیز پروفیسر صاحب نے جو وحدۃ الوجود والوں کی علامات بتائی ہیں اُس کے مطابق آلِ غیر مقلدیت وحدۃ الوجودی ثابت ہوتے ہیں۔ دیکھئے حاشیہ: ۲۸۷، ۲۸۸۔

بلکہ خود پروفیسر صاحب کے متعلق بھی ہم کچھ عرض کر آئے ہیں۔ دیکھئے حاشیہ: ۲۸۸

۲۹۲ وحدۃ الوجود عقیدہ کو آلِ غیر مقلدیت کی طرف بندہ نے نہیں مڑھا بلکہ اُنہوں نے خود اِس کا اقرار کیا ہے۔ ثبوت کے لیے ہمارا رسالہ ''مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت'' دیکھا جائے۔ ہماری اِس کتاب میں بھی بقدرِ ضرورت آئندہ اِس حوالہ سے شواہد پیش ہوں گے، اِن شاء اللہ۔

نیز پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ میاں نذیر حسین دہلوی اور اُن کے شاگرد وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ [خطبات بہاول پوری: ۳۲۶/۱]

اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارا ہر شاعر وحدۃ الوجود کا شکار ہے۔ دیکھئے حاشیہ: ۲۸۹

اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اہل حدیث کا عقیدہ توحید صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے حاشیہ: ۲۹۱

ہمارے نزدیک اُن کا میاں صاحب وغیرہ کی طرف وحدۃ الوجود کا انتساب کرنا درست ہے مگر علی زئی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے ذوق کے پیش نظر کہہ دیتے کہ پروفیسر صاحب نے میاں صاحب اور اُن کے شاگردوں کی طرف بلکہ ہر غیر مقلد شاعر کی طرف اِس باطل اور گندے عقیدہ کو مڑھا ہے۔

اِسی طرح اُن کا اہل حدیثوں کو بدعقیدہ قرار دینا بھی صحیح ہے مگر علی زئی صاحب اپنے انداز میں یوں فرما دیتے کہ پروفیسر صاحب نے اہل حدیثوں کے ذمہ بدعقید ہونے کو مڑھا ہے۔ عقیدہ مڑھنے کا ہمیں طعنہ اور پروفیسر صاحب کو ''رحمہ اللہ'' الفاظ سے دعا، یہ کیسی تقسیم ہے؟ تلك اذاًقسمة ضیزیٰ.

۲۹۳ ''ثابت ہو گیا...'' علی زئی صاحب تب کہہ سکتے ہیں جب وہ اپنے اُصول کے مطابق اِن خطبات پر پروفیسر صاحب کی نظرِ ثانی ثابت کریں ورنہ ''ثابت ہو گیا...'' کہنا محض خوش فہمی ہے اور علی زئی صاحب کے الفاظ میں یہ اُصول شکنی ہے۔

نیز پروفیسر صاحب کو اگر وحدۃ الوجود کا منکر مان بھی لیں تو اِس سے دوسرے آلِ غیر مقلدیت کا منکر ہونا ثابت کیسے ہوگا؟ بلکہ اُنہوں نے تو میاں نذیر حسین دہلوی صاحب، اُن کے شاگردوں اور ہر غیر مقلد شاعر کو وحدۃ الوجودی بتایا ہے بلکہ غیر مقلدین کے عقیدہ توحید کو غلط قرار دیا ہے جیسا کہ حاشیہ: ۲۸۹، ۲۹۱ میں حوالہ موجود ہے۔ (جاری ہے۔۔۔) ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ختم نبوت زندہ باد
حیات النبی زندہ باد
شان رسالت زندہ باد
یا اللہ مدد
شان صحابہ زندہ باد
مقام امام اعظم ابوحنیفہ زندہ باد
خلافت راشدہ حق چاریار

جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کا

قاضی مظہر حسین صاحب
قاضی عبد اللطیف صاحب جہلمی
قاری خبیب احمد عمر صاحب

60 واں
دو روزہ سالانہ
جلسہ
تبلیغی تربیتی اصلاحی

بسلسلہ تقسیم اسناد و دستار بندی

9-10 اپریل 2016 بروز ہفتہ اتوار

ان شاء اللہ العزیز اپنی سابقہ روایات کے مطابق شان وشوکت سے منعقد ہوگا۔
جس میں مشاہیر علماء ومشائخ شرکت فرما رہے ہیں۔

زیر سرپرستی
جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر صاحب

خصوصی آمد
شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمن سومرو صاحب
جانشین وخلیفہ مجاز حضرت قائد اہل سنت

الداعی الی الخیر خادم اہل سنت قاری محمد ابوبکر صدیق خادم: جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی محلہ جہلم
0544.626445-0345-5511786

عطیہ اشتہار محترم جناب مولانا قاری محمد انور صاحب سماہنی، آزاد کشمیر

ختم نبوت زندہ باد | عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | یا اللہ مدد | شان صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ زندہ باد | خلافت راشدہ حق چار یار رضی اللہ عنہم

اہل السنۃ والجماعۃ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ مظہریہ حسینیہ کی سالانہ تقریب بسلسلہ

ختم صحیح بخاری شریف

و دستار فضیلت فضلاء کرام وحفاظ کرام

بفیضان

مظہر شریعت وطریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرۃ مولانا

قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

14 مئی 2016ء

بروز ہفتہ بعد مغرب ان شاء اللہ

بمقام جامعہ مظہریہ حسینیہ

جنہان سومرو ضلع ٹنڈو محمد خان سندھ

جانشین قائد اہل سنت رحمہ اللہ حضرۃ مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر صاحب مدظلہ

استاذ العلماء حضرۃ مولانا مفتی جمیل الرحمن صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا

حبیب الرحمن سومرو صاحب مدظلہ

جانشین وخلیفہ مجاز حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

حضرت مولانا ثناء اللہ جتوئی صاحب مدظلہ

حضرت مولانا زاہد حسین رشیدی صاحب مدظلہ

جناب صوفی ارشاد حسین چاریاری صاحب

جناب حاجی قاسم اکبر صاحب

انتظامیہ جامعہ مظہریہ حسینیہ، جنہان سومرو، تحصیل شاہ کریم، ضلع ٹنڈو محمد خان، حیدر آباد

0300-3532611